قیامت کے دن امت محمدیہ کی پہچان

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمَّتِیْ یُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ غُرًّا مُّحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ یُّطِیْلَ غُرَّتَهٗ فَلْیَفْعَلْ ۔ [متفق علیه]

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کو قیامت کے دن بلایا جائے گا۔ ان کی پیشانی اور اعضائے وضو سفید ہوں گے جو شخص اس سفیدی کو لمبا کرنا چاہے تو کر لے۔''

دین کے بنیادی اصول ۳۷

اصول نمبر 38:...... وَقِتَالُ اللُّصُوصِ وَالْخَوَارِجِ جَائِزٌ اِذَا عَرَضَ لِلرَّجُلِ فِیْ نَفْسِہٖ وَمَالِہٖ، فَلَہٗ اَنْ یُّقَاتِلَ عَنْ نَفْسِہٖ وَمَالِہٖ، وَیَدْفَعَ عَنْھَا بِکُلِّ مَا یَقْدِرُ، وَلَیْسَ لَہٗ اِذَا فَارَقُوْہٗ اَوْ تَرَکُوْہٗ اَنْ یَّطْلُبَھُمْ ، وَلَا یَتَّبِعَ آثَارَھُمْ ، لَیْسَ لِاَحَدٍ اِلَّاالْاِمَامَ اَوْ وُلَاۃَ الْمُسْلِمِیْنَ، اِنَّمَا لَہٗ اَنْ یَّدْفَعَ عَنْ نَّفْسِہٖ فِیْ مَقَامِہٖ ذَالِکَ ، وَیَنْوِیَ بِجُھْدِہٖ اَنْ لَّا یَقْتُلَ اَحَدًا، فَاِنْ مَاتَ عَلٰی یَدَیْہِ فِیْ دَفْعِہٖ عَنْ نَفْسِہٖ فِی الْمَعْرَکَۃِ فَاَبْعَدَ اللّٰہُ الْمَقْتُوْلَ، وَاِنْ قُتِلَ ھٰذَا فِیْ تِلْکَ الضَّالِّ وَھُوَیَدْفَعُ عَنْ نَفْسِہٖ وَمَالِہٖ رَجَوْتُ لَہُ الشَّھَادَۃَ ، کَمَا جَاءَ فِی الاَحَادِیْثِ وَجَمِیْعِ الآثَارِ فِیْ ھٰذَا۔ اِنَّمَااُمِرَ بِقِتَالِہٖ وَلَمْ یُؤْمَرْ بِقَتْلِہٖ وَلَا اِتِّبَاعِہٖ ، وَلَا یُجِیْزُ عَلَیْہِ اِنْ صُرِعَ اَوْ کَانَ جَرِیْحًا ۔ وَاِنْ اَخَذَہٗ اَسِیْرًا فَلَیْسَ لَہٗ اَنْ یَّقْتُلَہٗ، وَلَا یُقِیْمَ عَلَیْہِ الْحَدَّ ، وَلٰکِنْ یَرْفَعُ اَمْرَہٗ اِلٰی مَنْ وَلَّاہُ اللّٰہُ فَیَحْکُمُ فِیْہِ ۔

''چوروں اور خارجیوں سے لڑنا جائز ہے، جب وہ کسی کی جان یا مال پر حملہ آور ہوں، وہ اپنی جان اور مال کے دفاع میں لڑے اور اپنی طاقت کے مطابق پورا دفاع کرے، پھر جب اسے چھوڑ کر بھاگ جائیں تو انہیں تلاش کرے نہ ان کے پیچھے جائے، سوائے امام یا حاکم کے کسی کو جائز نہیں کہ انہیں ڈھونڈے ۔ (جس پر حملہ کیا گیا ہے)اس کے لیے صرف یہ جائز ہے کہ اسی جگہ اپنا دفاع کرے، اس دوران پوری کوشش سے نیت یہ ہو کہ کسی کو قتل نہ کرے گا، پھر اگر دوران دفاع اس کے ہاتھوں کوئی قتل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس مقتول کو اپنی رحمت سے دور کردے گا، اور اگر یہ اپنے مال و جان کا دفاع کرتے ہوئے خود مارا جائے تو مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ اس کو شہادت کے درجے پر فائز کریں گے، جیسا کہ احادیث و آثار میں ہے۔ [الحدیث صحیح مسلم: ۱٤۰]
اسے صرف لڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حملہ آور کو قتل کرنے یا اس کے پیچھے بھاگنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اگر وہ چور گر گیا یا زخمی ہوا تو بھی حد سے نہ گزرے ، اگر اسے گرفتار کر لے تو اسے قتل کرے نہ اس پر حد قائم کرے، لیکن اس کی شکایت حکام وقت تک پہنچادے پھر وہی اس کا فیصلہ کریں۔''

فہرست

لمحوں کی خطا صدیوں کی سزا

اداریہ ===== حافظ احمد شاکر

کسی زمانے میں بدعنوانی اور بددیانتی کو عیب گردانا جاتا تھا اب اس کو حق کہہ کر اس کا تقاضا کیا جانے لگا یا عوام کے سامنے اس کی اجازت مانگی جانے لگی ہے۔ چناں چہ گزشتہ ہفتے ایک وفاقی وزیر عبدالقیوم جتوئی نے بلوچستان کے ایک نامور سیاسی خاندان کے ڈیرے میں پریس کے افراد کے سامنے کرپشن کو تمام صوبوں کے سیاستدانوں کا حق قرار دے کر چاروں صوبوں کو اس کے ارتکاب کے حق کا برملا اعلان کر دیا۔ اگر چہ وزیراعظم نے اس وزیر کو بلا کر فوری طور پر اس سے استعفیٰ لے لیا لیکن وزیر با تدبیر کے مونہہ سے ایک ایسی سچی بات فاقہ مستی میں نکل گئی جس نے سیاست کے حمام کا دروازہ کھول دیا جس سے جملہ سیاستدان اس حمام میں ایسے ہی ہو گئے جیسا ہر انسان حمام میں ہوتا ہے۔

....

بعض مفسرین کے نزدیک جنگ بدر کے موقع پر جب شیطان نے مال غنیمت کی کسی چیز کے آگے پیچھے ہونے پر بعض مسلمانوں کے ذہن میں نبی اکرم ﷺ کے بارے میں ایک لہر دوڑائی اور بعض علماء کے نزدیک جنگ احد میں جبل احد کا درہ چھوڑنے والے صحابہ کے ذہن میں جب مالِ غنیمت سے محرومی کے خدشہ نے جنم لیا تو تب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورہ نساء کی آیت نمبر ۱۶۱ نازل فرمائی جس میں فرمایا:

''خیانت کسی بھی نبی کی شان کے لائق نہیں اور جو کوئی خیانت کرے گا روز قیامت وہ خیانت سمیت اللہ کے حضور پیش ہوگا۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے لفظ غــل استعمال فرمایا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں اس کا معنی خیانت مراد لیا گیا لفظ خیانت بہ ظاہر تو مال میں خیانت ہے لیکن کسی کو بلا استحقاق کوئی عہدہ ومنصب عطا کرنے کو بھی علماء نے خیانت بتایا ہے۔

اس طرح غــل کا معنی کینہ بھی ہے یعنی دل میں کچھ اور ہو اور زبان پر کچھ اور۔ اس معنی کو سامنے رکھا جائے تو آیت کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دل وزبان ہم آہنگ نہ ہوں! یہ بھی انبیاء کی شان نہیں۔

....

اسلام میں حکمرانی کے لیے اہم شرط تقوی یعنی اسلام کی پاسداری اور اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ دیانت بھی چوں کہ دین ہی کا حصہ ہے لہذا اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ جبکہ ہمارے ہاں جو غیر اسلامی طرز حکومت جاری وساری ہے اس کو بہ ظاہر جمہوری کہا جاتا ہے جس کی بنیاد صرف عددی اکثریت ہے جو کم وبیش مغربی یا امریکی طرز حکومت کا ادھورا چربہ ہے کیسے؟ کہ ان خالص دنیا دار ممالک نے اپنی حکومتوں کی بنیاد اسلامی اصولوں پر رکھی ہے، یعنی مغربی حکم ران اپنے عوام کے ساتھ حکومتی سطح پر جھوٹ، خیانت، اخلاقی برائیوں سے بھی بچتے ہیں اور ملک وقوم کی وفاداری کے ساتھ ساتھ حکومتی اخراجات میں کفائت وبچت کو بھی اپنا شعار بناتے ہیں گویا کہ غیر مسلم اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر اور فاروقی نظام حکومت کے تحت کامیاب وکامران اور روز افزوں ترقی کے راستے پر گامزن ہیں جب کہ اسلامی ممالک کی حکومتیں چاہے وہ جمہوری ہوں، آمرانہ ہوں یا بادشاہتیں ان کی اکثریت فاروقی نظام حکومت سے نہ استفادہ کرتی ہیں نہ ان پر عمل کرتی ہیں۔ دنیا کے نقشے پر وطن عزیز کے ظہور کے بعد اب تک جتنے حکم ران آئے ہیں ان کی غالب اکثریت نے کافر حکومتوں کو آئیڈیل تو بنا لیا لیکن ان کافر حکومتوں نے اسلام کے جن ابدی اصولوں کو اپنا کر کامیابیاں وکامرانیاں حاصل کیں ہمارے حکم رانوں نے وہ زریں اصول نہیں اپنائے۔ کیوں؟ اس لیے کہ ہمارے سول حکم رانوں میں سے ایک طبقہ جاگیرداروں میں سے تھا

جاگیردار کیا ہوتے ہیں؟ یہ وہ مخلوق ہے جن کے آباؤاجداد کو انگریز حکم رانوں نے انگریز عملداری کی خدمت یعنی ان سے وفاداری، ان کے لیے مخبری ان کے اپنے اپنے علاقوں سے مفلوک الحال عوام کو انگریز فوج میں بھرتی کے لیے مہیا کرنے پر جاگیروں سے نوازا تھا۔ دوسرا طبقہ انگریزوں کے خاندانی ملازمین کا تھا جن کی تربیت اس انداز سے کی گئی تھی کہ وہ ملازم اچھے بنیں اور حاکم برے بن جائیں۔ حکم رانوں کا تیسرا طبقہ جدید تعلیم سے لتھڑا ہوا وہ طبقہ تھا جنہیں سی۔ ایس۔ پی، پی۔ سی۔ ایس یا سی۔ ایس۔ ایس انداز کے ڈگری ہولڈروں کا تھا جس کو ایک درجہ...... گریڈ...... سے دوسرے درجہ میں ترقی دیتے وقت آداب حاکمیت کی باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے۔ تربیت نامی ان کورسز سے ان کے اندر یہ احساس پیدا کیا جاتا ہے کہ تم عوام سے ایک الگ اور بلندتر مخلوق ہو اس لیے عوام سے مل جل کر رہنا، ان کی معاشرت میں گھلنے ملنے اور ان سے گریز کرنے کا سبق ان کی تربیت کا بنیادی حصہ ہوتا ہے اور وہ چھوٹے موٹے گھریلو کام جو مغربی ممالک کے حاکم اپنے ہاتھ سے کرتے ہیں۔ ان کاموں کے لیے ہمارے افسران کی افسرانہ مزاج سازی کے لیے ملازم مہیا کیے جاتے ہیں۔ برطانیہ کی کابینہ کی تعداد تو شاید ایک ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کی جاسکتی ہو لیکن ہمارے ہاں صرف کابینہ کئی دہائیوں پر مشتمل ہوتی ہے پھر ہر وزارت کو سیکرٹری سے لے کر چپڑاسی تک ملازمین کی فوج ظفر موج مہیا کرنا لازم ہوتا ہے۔ جس میں شمولیت کے لیے اہلیت یعنی (Merit) کا ڈھنڈورا تو خوب پیٹا جاتا ہے لیکن اصلاً واقفیت...... سفارش...... ہی زیادہ مؤثر جانی اور سمجھی جاتی ہے، اس لیے ہر منصب، کسی نہ کسی وزیر...... سول وغیر سول...... بیوروکریٹس، مقتدر جماعت کے جیالے یا متوالے سیاسی جماعتوں کے ورکر اس کے لیڈروں کے چہیتے اور رشتہ داروں سے مملو...... بھرا ہوا...... ہوتا ہے۔ اور جو مناصب وعہدے کھلے بندوں مال وزر سے خریدے جاتے ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔ وطن عزیز کے حکومتی اہل کاروں میں باصلاحیت اور بااصول کارندے بھی ہوتے ہیں لیکن آٹے میں نمک کی مقدار سے اور ان کو بھی کھڈے لائن لگا کر رکھا جاتا ہے کہ وہ غیر پیداواری افراد ہوتے ہیں۔

....

آج کل اخبارات میں بدعنوانی کا ذکر خوب چل رہا ہے۔ سطور بالا میں جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں، انہیں خبروں کے بعد خیال آیا کہ اس موضوع پر اپنے علم وفہم کے مطابق ہمیں بھی کچھ اظہار خیال کرنا چاہیے۔ سورہ نساء کی آیت نمبر ١٦١ کے ایک ٹکڑے کا ترجمہ پیچھے نقل کیا گیا ہے دوسرے ٹکڑے کا ترجمہ حاضر ہے۔ ''پھر پورا پورا دیا جائے گا بدلہ ہر جان کو جو اس نے کمایا اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔''

آیت کے اس ٹکڑے کو بالا سطور کے تناظر میں دیکھیں تو مالی بدعنوانی جس میں کمیشن، رشوت اور اوور بلنگ شامل ہوتی ہے وہ تو سب کو نظر آتی ہے اور یہ ہے بھی قبیح چیز لیکن سفارش! یہ سب سے خوفناک اور خطرناک ایسی...... غل...... بددیانتی ہے جس پر یہ محاورہ مکمل صادق آتا ہے کہ ''لمحوں کی خطا صدیوں کی سزا'' اس طرز عمل کے باعث ❀ نااہل منصب داروں کی غلط پالیسیوں' جو چاہے ذاتی مفادات کے لیے ہوں یا غلط راہ نمائی کی وجہ سے دین، وطن، ملت اور قوم کو تباہی کے دھانے پر پہنچا دیتی ہیں ❀ قومی خزانے کا بے محابا نقصان اس پر مستزاد کہ اس کو نااہل لوگ وصول کرتے رہے ❀ سفارش پہ اعتماد کرتے ہوئے تعلیمی صلاحیت اور فنی اہلیت کے لیے سعی وکوشش کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے ❀ اصحاب علم اور باصلاحیت لوگوں کی حق تلفی ہو جاتی ہے ❀ بعض اہل افراد ملک چھوڑ کر اغیار کو اپنے علم وفن سے فائدہ پہنچاتے ہیں ❀ اور بعض دفعہ یہ ظلم مجبور انسان کو خاکم بدہن خودکشی تک لے جاتا ہے جبکہ افسوس ناک حیرت یہ ہے کہ ہمارا معاشرہ سفارش کو بدعنوانی نہیں سمجھتا حالاں کہ یہ بدعنوانی مالی بدعنوانی سے بدرجہا زیادہ نقصان دہ ہے۔ خاموش سفارش کی ایک بدترین قسم خاندانی وراثت کی بنیاد پر کسی نااہل کی تقرری ہوتی ہے اور لطف یہ کہ اس بدعنوانی کو ارادت مندی کا نام دے کر جی خوش کر لیا جاتا ہے۔ اس میں حکومتی عہدیداروں کے علاوہ سیاسی ومذہبی جماعتوں کے عہدیداروں کی وراثت کی خیانت سے خوفناک نتائج برآمد ہوتے ہیں جس کے لیے کسی زیادہ علم کی ضرورت نہیں چشم بینا کے لیے اس کی ان گنت مثالیں ہیں۔

درس قرآن — قسط نمبر (11)

تفسیر سورۂ ق

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّأَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ○ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ○ وَأَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ○﴾ [ق: ۱۲۔۱۴]

''ان سے پہلے جھٹلایا نوح کی قوم اور اصحاب الرس اور ثمود اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائی اور ایکہ والے اور تبع کی قوم، ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو میری وعید ان پر چسپاں ہوگئی۔''

پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ کو قیامت کے لیے بطورِ دلیل پیش کیا کہ جو ذات آسمانوں کو بنانے پر قادر ہے، جس نے زمین بنائی اس میں انواع واقسام کے پھل پھول اور کھانے کی اشیاء پیدا کیں، بارش برسا کر مردہ زمین کو حیات بخشی، انسان تو اس پوری مخلوق کے مقابلے میں ذرۂ ناچیز ہے اسے موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنا کیا اللہ کے لیے مشکل ہے؟ جس مالک نے پہلی بار پیدا کیا، پھر اسے موت دی کیا وہ اسے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ جب قادرِ مطلق وہی ہے تو وہ دوبارہ زندگی بخشنے پر قادر کیوں نہیں؟

اب ان آیات میں گزشتہ کچھ قوموں کے انجام سے خبردار کیا گیا ہے، اور یوں قریش کو ڈرایا اور سمجھایا گیا ہے کہ ان سابقہ قوموں کے انجام سے سبق حاصل کرو، جنہیں ہمارے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کے نتیجہ میں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا، اگر تمہاری روش یہی رہی تو تم بھی اللہ کے عذاب میں دھر لیے جاؤ گے اور کوئی طاقت تمہیں اللہ کی پکڑ سے بچا نہیں سکے گی۔

قومِ نوح:

انہی قوموں میں ایک حضرت نوح علیہ السلام کی قوم تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو دین کی دعوت دی اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرایا، مگر ان کی سرکشی کا عالم یہ تھا کہ گنتی کے چند افراد ہی ان کے ہمنوا بن سکے، ﴿وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ إِلَّا قَلِيْلٌ﴾ [ھود: ۴۰] بعض نے ان کی تعداد ۷۰، ۸۰ اور بعض نے صرف ۱۰ ذکر کی ہے۔

سورۃ الاعراف، یونس، ہود، الانبیاء، المؤمنون، الفرقان، الشعراء، العنکبوت، الصّٰفّٰت، ص، المؤمن، الشوریٰ، الذاریات، النجم، القمر الواقعہ اور سورۂ نوح میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا تذکرہ ہے۔

اصحاب الرس:

ایک قوم ''اصحاب الرس'' تھی۔ ''رس'' کے معنی پرانے کنوئیں کے ہیں، اس لیے اصحاب الرس کے معنی ہوئے کنوئیں والے، بعض نے کہا ہے کہ ''رس'' ایک وادی کا نام ہے، جاہلی شاعر نابغہ نے کہا ہے:

وَهُنَّ يُوَادِي الرَّسِّ كَالْيَدِ لِلْفَمِ

''اور وہ وادی رس کے لیے ایسے تھے جیسے ہاتھ منہ کی طرف۔''

[المفردات]

یہ وادی کہاں ہے؟ اور کون سی ہے؟ یا یہ کنواں کہاں ہے؟ اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے سورۃ الفرقان کی آیت: ۳۸ کے تحت اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ میں بھی اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی مرحوم نے قصص القرآن میں بھی بڑی تفصیل سے اس پر بحث کی اور مختلف آراء پر بڑا مناسب تبصرہ بھی کیا، اور اپنا رجحان یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ کسی قدیم العہد قوم کا تذکرہ ہے اور یہی بات زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ اس قوم کا تذکرہ سورۃ الفرقان میں بھی حضرت نوح علیہ السلام کے بعد قومِ عاد وثمود کے ساتھ ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک یہ قول

ہے کہ یہ آذربیجان میں ایک کنواں تھا اور عکرمہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اس قوم نے اللہ کے نبی کو کنوئیں میں ڈال کر مار دیا تھا۔

محض تاریخ اور اس کی تعینات و مباحث قرآنِ مجید کا موضوع نہیں، بلکہ قرآن کا مقصد موعظت وعبرت ہے اور اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے اس قوم کا ذکر کیا ہے۔

قومِ ثمود:

جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر مبعوث کیا، یہ قوم ''حجر'' مقام میں رہتی تھی، جو مدینہ طیبہ اور تبوک کے مابین حجاز کے مشہور مقام العلاء میں واقع ہے، جسے عہد نبوی میں ''وادی القریٰ'' کہا جاتا تھا۔ آج بھی وہاں کے باشندے اس جگہ کو ''الحجر، مدائن صالح اور فج الناقۃ'' کے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ ثمود کی بستیوں کے کھنڈرات اور پہاڑوں کو تراش خراش کر بنائے گئے ان کے گھروں کے آثار آج بھی موجود ہیں۔ مولانا مودودی رحمہ اللہ نے تفہیم القرآن کی تیسری جلد میں اس کی تصاویر بھی دی ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام کی نافرمانی میں اس قوم کی تباہی کا تذکرہ سورۃ الاعراف، ہود، الحجر، الشعراء، النمل، حم السجدۃ، الذاریات، النجم، القمر، الحاقۃ، الفجر اور الشمس میں بیان ہوا ہے، اور اس قوم پر اس قدر شدید اور ہولناک زلزلہ آیا اور خوفناک آواز اور دھماکا ہوا کہ انہیں تباہ کر کے رکھ دیا۔ قوم ثمود کا زمانہ ۱۸۰۰ قبل مسیح علیہ السلام شمار کیا گیا ہے۔

قومِ عاد:

جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تھا، اس قوم کا مرکزی مقام ''احقاف'' تھا۔ سورۃ الاحقاف کا نام اسی مقام کی نسبت سے ہے۔ احقاف، حقف کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں ریت کے لمبے لمبے ٹیلے جو بلندی میں پہاڑوں کی مانند ہوں۔ یہ حضر موت کے شمال میں واقع صحرائے عرب، جو الربع الخالی کے نام سے مشہور ہے، کے جنوب مغربی حصے کا نام ہے، جہاں اب آبادی کے کوئی آثار نہیں اور نہ ہی وہاں کوئی فرد جانے پر آمادہ ہوتا ہے، یہ قوم بڑی تنومند اور طاقت ور تھی، خود کہتے تھے:

﴿مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ [حٰمٓ السجدۃ: ۱۵]

''ہم سے زیادہ قوت والا کون ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے انھی کے بارے میں فرمایا کہ

﴿الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ﴾ [الفجر: ۸]

''ان کی مانند کوئی قوم پیدا نہیں کی گئی۔''

حضرت ہود علیہ السلام کی نافرمانی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سات راتیں اور آٹھ دن لگا تار سناٹے کی ایسی ہوا چلی کہ انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیا، وہ زمین پر یوں مردہ گرے پڑے تھے جیسے کھجور کے تنے گرے پڑے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کا ذکر مختلف مقامات پر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: سورۃ الاعراف، ہود، الفرقان، الشعراء، العنکبوت، حم السجدۃ، الاحقاف، الذاریات، النجم، القمر، الحاقۃ، الفجر، قوم عاد کا زمانہ ۲۲۰۰ ق م شمار کیا گیا ہے اور بعض ۳۰۰۰ ق م ذکر کرتے ہیں۔

فرعون:

یہاں قومِ عاد و ثمود، اصحاب الرس اور قومِ نوح کی طرح فرعون کی قوم کا نہیں، بلکہ فرعون کا ذکر ہے کیوں کہ اصل مجرم اور سرغنے کی حیثیت فرعون ہی کی تھی، اسی کے بارے میں ذکر ہے:

﴿وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ وَمَا هَدٰى﴾ [طٰہٰ: ۷۹]

''فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا، اس نے کوئی صحیح راہنمائی نہیں کی تھی۔''

اس کی سرکشی اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ وہ کہتا تھا:

﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى﴾ [النازعات: ۲۴]

''میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں۔''

مجھ سے بڑا کون ہے؟ جس کے بارے میں موسیٰ علیہ السلام دعویٰ کرتے ہیں کہ میں اس کا رسول ہوں، وہ غرور وتکبر میں کہتا تھا:

﴿يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْأَنْهٰرُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي أَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ [الزخرف: ۵۱]

''اے میری قوم! کیا مصر کا بادشاہ میں نہیں، اور یہ نہریں میرے زیر اثر نہیں چل رہیں، کیا تمہیں یہ نظر نہیں آتا؟''

اس لیے اصل مجرم وہی تھا، بلکہ اس کا نام لے کر اللہ تعالیٰ نے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا:

﴿ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴾ [طٰهٰ: ٢٤، النازعات: ١٧]

''فرعون کے پاس جاؤ بے شک وہ سرکش ہوگیا ہے۔''

موسیٰ علیہ السلام نے اسے ڈرایا، سمجھایا مگر وہ کبر وعناد میں اندھا ہوگیا، بالآخر وہ انھی نہروں میں سے ایک نہر میں مع اپنے حواریوں کے غرق کر دیا گیا، جن کے بارے میں اس کا دعویٰ تھا کہ یہ میرے حکم سے چلتی ہیں۔ فرعون کا ذکر قرآنِ مجید میں حسب ذیل ستائیس سورتوں میں آیا ہے:

البقرة، آلِ عمران، الأعراف، الأنفال، یونس، ھود، ابراھیم، الاسراء، طٰهٰ، المؤمنون، الشعراء، النمل، القصص، العنکبوت، صٓ، غافر، الزخرف، الدخان، قٓ، الذاریات، القمر، التحریم، الحاقة، المزمل، النازعات، البروج، الفجر۔

اِخوانِ لوط:

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے برادر زادہ تھے، اوران کا بچپن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیر سایہ گزرا، اور انھی کی تربیت میں وہ پروان چڑھے، انھی کے مشورہ سے وہ شرقِ اردن کے علاقہ سدوم اور عامورہ چلے گئے۔ اور وہاں کے بسنے والوں کو دعوتِ توحید دی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت سے سرفراز فرمایا، وہ قوم فواحش اور منکرات میں مبتلا تھی، اور دیگر قباحتوں کے علاوہ ایک انتہائی خبیث عمل کے وہ موجد تھے، وہ اپنی نفسانی خواہشات اپنی بیویوں کی بجائے خوب رولڑکوں سے پوری کرتے، دنیا میں اس خبیث عمل کا آغاز انھی مردوں نے کیا، ان کی خباثت اور بے حیائی اس حد تک تجاوز کر گئی تھی کہ وہ اس بدکاری کو عیب نہیں سمجھتے تھے، اسے وہ علی الاعلان کرتے اور اس پر فخر کرتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں اس بدعملی سے روکنے کی بہر نوع کوشش کی مگر انھوں نے ایک نہ سنی بالآخر وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں دھر لیے گئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَ مَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ۝ ﴾ [هود: ٨٢، ٨٣]

''پھر جب ہمارے فیصلے کا وقت آپہنچا تو ہم نے اس بستی کو تل پٹ کر دیا اور اس پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر تابڑ توڑ برسائے، جن میں سے ہر پتھر تیرے ربّ کے ہاں نشان زدہ تھا اور ظالموں سے یہ سزا کچھ دور نہیں۔''

جس طرح ان ظالموں نے فطرت کو اُلٹا کر دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے زمین کا تختہ ہی ان پر اُلٹ دیا اور ان کی خباثت وشناعت کے نتیجہ میں مزید ان پر پتھروں کی بارش برسائی، جن میں سے ہر پتھر نشان زدہ تھا کہ اس نے کہاں اور کس پر پڑنا ہے۔ **أعاذنا الله منه**

حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا ذکر سورۂ **ھود، الحجر، الانبیاء، الشعراء، النمل، العنکبوت، الصّٰفّٰت، النجم** اور **القمر** میں بھی آیا ہے۔

اصحاب الأیکہ:

ایکہ والے ''ایکہ'' کے معنی گھنے جنگل اور درختوں کے جھنڈ کے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام انھی کی طرف نبی بنا کر مبعوث کیے گئے تھے۔ جیسا کہ سورۃ الشعراء آیت (۱۷۶، ۱۷۸) میں ہے اور مدین کی طرف بھی ان کے نبی ہونے کا ذکر ہے، جیسا کہ سورۃ الاعراف: ۸۵، ہود: ۹۴، اور العنکبوت: ۳۶ میں ہے۔

مفسرین میں اختلاف ہے کہ یہ ایک ہی قوم کے دو نام ہیں یا یہ دو الگ الگ قومیں ہیں، یہ دونوں اقوال دراصل درست ہیں کیوں کہ یہ ایک ہی نسل کی دو شاخیں اور دو قبیلے تھے۔ یہ لوگ بحر قلزم کے مشرقی کنارے اور عرب کے شمال مغرب میں ایسی جگہ آباد تھے، جو شام سے متصل حجاز کا آخری حصہ ہے اور اہل حجاز، شام و فلسطین جاتے ہوئے وہاں سے گزرتے تھے، اور ان دونوں کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے، یہ قومیں تجارت پیشہ تھیں اور دوسری اعتقادی کمزوریوں کے ساتھ ماپ تول میں کمی کرتی تھیں، اللہ تعالیٰ کے نبی نے انھیں سمجھایا، مگر وہ اپنے بدعقیدہ و عمل سے باز نہ آئے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب کی لپیٹ میں آئے۔ ان کا ذکر سورۃ **الاعراف، التوبہ، ھود، الحجر، طٰهٰ، الحج، الشعراء، القصص، العنکبوت** اور **صٓ** میں بھی آیا ہے۔

قوم تبع:

تُبَّع یمن کے قبیلہ حِمْیَر کے بادشاہ کا لقب ہے۔ جیسے کسریٰ ایران کے، قیصر روم کے اور فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب رہا ہے۔ حمیر قبیلے نے اڑھائی سو برس تک حکومت کی۔ عرب شعراء ان کی عظمت اور شان وشوکت کا بہت چرچا کرتے ہیں۔ اس قوم کا ذکر سورۃ الدخان میں بھی ہوا ہے:

﴿ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴾ [الدخان: ٣٧]

''کیا یہ (قریش) بہتر حالت میں ہیں یا قومِ تبع، اور وہ لوگ جو ان سے پہلے گزرے، ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، بے شک وہ نافرمان تھے۔''

ان کی شان وشوکت خاک میں مل گئی، عرب مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ حمیری ملوک وہ ہیں جو صرف یمن کے حکمران تھے اور جن کی حکمرانی یمن اور حضر موت دونوں پر تھی، انھیں تبع یا تبابعہ کہا جاتا ہے۔ سب سے پہلے ''تبع'' بادشاہ کا نام ''الحارث الرائش'' تھا۔ اور تبع کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک بادشاہ یمن کا ہوتا تھا اور ایک حضر موت کا، تمام یمنی ایک بادشاہ پر متفق نہ تھے، جب حارث الرائش بادشاہ بنا تو دونوں اس پر متفق ہو گئے اس کی تبعیت کی بنا پر اس کا لقب ''تبع'' ہو گیا۔

''تبع'' عربی لفظ ہے تو اس کے معنی ''متبوع'' کے ہیں، جس کی پیروی اور اطاعت کی گئی ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی قادر، جبار اور صاحب قوت کے ہیں۔ عام مؤرخین کا خیال ہے کہ تین تبع ہو گزرے ہیں، تبع اکبر کا نام الحارث الرائش تھا۔ تبع اوسط کا نام اسعد ابوکرب تھا اور تبع اصغر کا نام حسان تھا۔ تاریخ ارضِ قرآن میں اس کا نام تبع بن حسان ہے جو محلِ نظر ہے۔

اسعد ابوکرب جس کا دور ۴۰۰ء سے ۴۲۵ء بتایا گیا ہے، یثرب یعنی مدینہ طیبہ آیا، مگر علامہ السہیلی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی آمد قبل اسلام سات سو سال ذکر کی ہے، وہ یہاں یثرب کو تاراج اور یہودیوں کو قتل کرنا چاہتا تھا، مگر اسے ایک یہودی عالم نے اس اقدام سے منع کیا اور کہا کہ یہ شہر ایک نبی کی ہجرت گاہ ہے، جو دین ابراہیمی کو زندہ کرے گا، تو وہ اپنے ارادہ سے باز آ گیا۔

کہتے ہیں کہ اس تبع نے سب سے پہلے بیت اللہ پر غلاف چڑھایا، بلکہ اس کا ذکر ایک حدیث میں بھی بیان ہوا ہے۔ یہ اسعد تبع دین ابراہیمی کے مطابق مسلمان تھا، رسول اللہ ﷺ نے اسے برا کہنے کی ممانعت فرمائی ہے، چناں چہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ كَانَ تُبَّعٌ رَجُلًا صَالِحًا .

تبع نیک اور صالح انسان تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کی نہیں، بلکہ اس کی قوم کی مذمت کی ہے۔ [الحاكم وغيره، الصحيحة، رقم: ٢٤٢٣]

امام ابن ابی الدنیا رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ زمانۂ اسلام میں صنعاء، یمن میں ایک قبر کھودی گئی تو اس میں دو لڑکیوں کی لاشیں ملیں ان کی لوح پر لکھا تھا کہ یہ تبع کی بیٹیاں ہیں یہ وفات کے وقت لا إلٰہ الا اللہ کی شہادت دیتی تھیں۔ [ابن كثير]

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: تاريخ ارض القرآن، سید سلیمان ندوی۔ الروض الانف مع ابن هشام، ص: ٢٣، ٢٧، ج:١۔ فتح الباری، ص:٤٥٦، ج:٣، ص: ٢٥٢، ج:٧۔ تاريخ مكه للازرقی، القرىٰ لقاصد ام القرى للطبری، التعريف والإعلام فيما أبهم من الأسماء والأعلام في القرآن الكريم للسهيلی .

﴿ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ ﴾ ان تمام کا جرم یہ تھا کہ انھوں نے رسول کو جھٹلایا۔ ایک اور مقام پر اسی طرح سابقہ امتوں کی تباہی کا سبب یہی بیان ہوا کہ ﴿ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴾ [ص: ١٤] ''ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرا عذاب ان پر مسلط ہو گیا۔'' ان قوموں کی طرف رسول تو ایک ہی تھا، مگر ایک رسول کی تکذیب تمام رسولوں کی تکذیب کے مترادف ہے، چناں چہ قرآنِ مجید میں

﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِنِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ [الشعراء: ١٠٥]

﴿ كَذَّبَتْ عَادُ ِنِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ [الشعراء: ١٢٣]

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾[الشعراء: ١٤١]
﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾[الشعراء: ١٦٠]
﴿ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾[الشعراء: ١٧٦]
﴿ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾[الحجر: ٨٠]

اسی پیرائیہ بیان میں آیا ہے۔ ایمان کے لیے تمام انبیاء ورسل پر ایمان لازم ہے کسی ایک نبی کا انکار بھی کفر ہے، جیسے یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کفر کیا اور یہود ونصاریٰ دونوں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا انکار کر کے کافر ٹھہرے۔ ایمان یہ ہے کہ

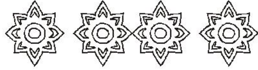
﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ﴾[البقرة: ٢٨٥]

''رسول، یعنی محمد ﷺ ایمان لائے جو کچھ ان کے ربّ کی طرف سے ان پر اُتارا گیا اور (ان کے ساتھ) مومن بھی ایمان لائے، ہر ایک ایمان لایا اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر، ہم اس کے کسی رسول کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔''

کہ بعض کو تسلیم کریں اور بعض کا انکار کریں، اس لیے ایک رسول کا انکار درحقیقت تمام رسولوں کا انکار ہے۔ اسی بنا پر فرمایا گیا ہے کہ ان قوموں نے سب رسولوں کو جھٹلایا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رسول کی تفخیم وتکریم کی بنا پر جمع کا لفظ استعمال ہوا ہو۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ لوگ بالکلیہ منکرین رسالت تھے، تو گویا رسالت کا انکار تمام رسولوں کا انکار ہے۔

یہاں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ ان اقوام کی تباہی وبربادی کا سبب ''رسول'' کی تکذیب ہے، کسی قوم کی طرف رسول کو بشیر ونذیر بنا کر بھیجا جاتا ہے اور وہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں پر حجت ہوتا ہے، اور اس اتمامِ حجت کے بعد قوم کی نافرمانی کے نتیجے میں اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جابجا اپنے نبی کی مخالفت پر عذاب سے خبردار کیا ہے، مگر یہاں اس کا بیان تطویل کا باعث بنے گا۔



درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ

تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیو کرول شالامار باغ۔لاہور)

باب:من تعوذ من جهد البلاء

سخت مصیبت سے اللہ کی پناہ مانگنا

۷۵۰. عن عبد الله بن عمرو قال: يقولُ الرجلُ: اَللّٰهُمَّ إنّي أعوذُ بكَ من جَهْدِ البَلَاءِ، ثمّ يسكتُ فإذا قالَ ذٰلكَ فليَقُلْ: إلَّا بَلَاءً فيهِ عَلَاءٌ.

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اگر ایک آدمی یہ کہے، اے اللہ! میں سخت مصیبت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ پھر خاموش ہو جائے تو اس کو مزید یوں کہنا چاہیے مگر ایسی مصیبت جس سے بلند مرتبہ مل جائے۔'' [صحيح الاسناد]

۷۵۱. عن أبي هريرةَ أنَّ النَّبيَّ كانَ يتعوَّذُ مِنْ جَهْدِ البَلَاءِ، ودَرْكِ الشَّقَاءِ، وشَمَاتَةِ الأَعْدَاءِ، وسُوءِ القَضَاءِ. [صحيح]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سخت مصیبت سے اور بدبختی کی گرفت سے دشمنوں کی ہنسی سے بری تقدیر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔''

باب:من حكى كلام الرجل عند العتاب

عتاب کے وقت ڈانٹ کر کسی کی بات کو دہرانا

۷۵۲. عن أبي عَقْرب، أنّ أَبَاهُ سأَلَ النَّبيَّ ﷺ عن الصَّومِ، فقالَ: ((صُمْ يَوْمًا مِنْ كُلِّ شَهْرٍ)) قلتُ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي زِدْنِيْ قَالَ: ((زِدْنِي زِدْنِي صُمْ يَوْمَيْنِ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ)) قُلْتُ: بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ، زِدْنِيْ، فَإِنِّي أَجِدُنِيْ قَوِيًّا فقالَ: ((إِنّي أَجِدُنِيْ قَوِيًّا، إِنِّي أَجِدُنِيْ قَوِيًّا)) فَأَفحمَ حتّى ظننتُ أنّه لنْ يزيدَنِي ثم قال: ((صُمْ ثَلَاثًا مِنْ كُلِّ شَهْرٍ)). [صحيح]

''حضرت ابوعقرب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ان کے والد نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے روزے کے متعلق سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا ہر مہینے میں ایک روزہ رکھا کرو۔ میں نے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں اور زیادہ فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا: زیادہ فرمایئے، زیادہ فرمایئے۔ ہر ماہ میں دو روزے رکھ لیا کرو۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ قربان ہوں میں اپنے آپ کو اس سے زیادہ قوی پاتا ہوں، فرمایا: زیادہ قوی پاتا ہوں، زیادہ قوی پاتا ہوں، آپؐ نے خاموش کروادیا۔ میں نے خیال کیا کہ اب آپ اس سے زیادہ کی ہرگز اجازت نہ دیں گے۔ پھر فرمایا: اچھا ہر ماہ تین روزے رکھ لیا کرو۔''

باب:أخطار الغيبة

غیبت کی تباہیاں

۷۵۳. عن جابرِ بنّ عبدِ اللّٰه قالَ: كُنَّا معَ رسولِ اللّٰه - وارتفعتْ رِيْحٌ خبيثةٌ منتنةٌ - فقالَ: ((أتَدْرُوْنَ مَاهٰذه؟ هٰذهِ ريحُ الّذِيْنَ يَغْتَابُونَ المُؤْمِنِيْنَ)). [صحيح]

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے ایک بدبودار ہوا اٹھی رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا: تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ (پھر فرمایا) یہ ان لوگوں کی ہوا ہے جو مومنوں کی غیبت کرتے ہیں۔''

٧٥٤ . عن جابرٍ قالَ: هاجتْ رِيْحٌ مُنْتِنَةٌ على عهدِ رسولِ اللّٰهِ ﷺ، فقالَ رسولُ اللّٰه ﷺ: ((إنَّ نَاسًا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ اغْتَابُوا أُنَاسًا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَبُعِثَتْ هٰذهِ الرِّيْحُ لذٰلِكَ)). [حسن]

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک بدبودار تیز ہوا چلی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کچھ منافق لوگوں نے کچھ مسلمان لوگوں کی غیبت کی ہے اس کے سبب سے یہ ہوا چلی ہے۔''

٧٥٥ . عَنِ ابنِ أمِّ عبد اللّٰه [ابن مسعود] يقولُ: مَنِ اغْتِيْبَ عِنْدَهُ مُؤْمِنٌ فَنَصَرَهُ، جَزَاهُ اللّٰهُ بِهَا خَيْرًا فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ، وَمَنِ اغْتِيْبَ عِنْدَهُ مُؤْمِنٌ فَلَمْ يَنْصُرْهُ، جَزَاهُ اللّٰهُ بها في الدُّنيَا والآخِرةِ شَرًّا، وَمَا الْتَقَمَ أحدٌ لقمةً شَرًّا مِن اغْتِيَابِ مُؤْمِنٍ: إنْ قَالَ فِيْهِ مَا يعلمُ فَقدِ اغْتَابَهَ، وإنْ قَالَ فيهِ بما لا يعلمُ فَقدْ بَهَتَهُ. [صحيح الإسناد]

''عبداللہ بن ام عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے تھے جس آدمی کے پاس کسی مسلمان کی غیبت ہوئی اس نے اس کی مدد کی اللہ تعالیٰ اس کو جزائے خیر دیتا ہے دنیا اور آخرت میں جس آدمی کے پاس کسی مسلمان آدمی کی غیبت ہوئی اس نے اس کی مدد نہ کی (پھر اس کی تردید نہ کی) اللہ تعالیٰ اس کو جزائے شر دیتا ہے دنیا وآخرت میں ایسے شخص نے کتنا برا لقمہ اپنے منہ میں ڈالا جس نے مومن کی غیبت کی اگر وہی بیان کیا جو جانتا ہے تو اس نے غیبت کی اور جس نے وہ بیان کیا جو وہ جانتا نہیں تو اس نے بہتان باندھا۔''

باب: الغِيبة وقول اللّٰه تعالىٰ:

﴿ولا يغتب بعضكم بعضاً﴾

غیبت کا بیان، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

نہ غیبت کرے تم میں سے کوئی کسی کی

٧٥٦ . عن جابر بنِ عبد اللّٰه قالَ: كنَّا معَ رسولِ اللّٰه ﷺ فأتَىٰ على قَبْرَيْنِ يُعذَّبُ صَاحِبَاهُمَا، فقَالَ: ((إِنَّهُمَا لا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ، وبلىٰ، أمّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَغْتَابُ النَّاسَ، وأمّا الآخَرُ فكانَ لا يتأذَّىٰ مِنَ الْبَوْلِ)) فَدعَا بجريدةٍ رَطْبَةٍ أو بِجَرِيْدَتَيْنِ، فكسَرهُمَا ثم أمرَ بكُلِّ كسرةٍ فغُرِسَتْ على قبر، فقالَ رسولُ اللّٰه ﷺ: ((أمَّا إنّه سَيُهَوَّنَ مِنْ عَذَابِهِما، ما كانَتَا رَطْبَتَيْنِ، أو لم تَيْبَسَا)). [صحيح لغيره]

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے آپ ﷺ دو قبروں پر تشریف لائے ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہورہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں کو کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہورہا ہاں ایک ان میں سے لوگوں کی غیبت کیا کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب کے (چھینٹوں) سے پرہیز نہیں کیا کرتا تھا اس کے بعد آپ ؐ نے تازہ کھجور کی ایک ٹہنی یا دو منگوائیں ان کے دو ٹکڑے کیے پھر ان کو دونوں قبروں پر گاڑنے کا حکم دیا فرمایا ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی جب تک یہ ٹہنیاں تر رہیں گی خشک نہ ہوں گی۔''

٥٧٥ . عن عمرو بن العاص يسيرُ مع نَفَرٍ مِنْ أصحابِهِ، فمرَّ على بَغْلٍ مَيِّتٍ قدِ انتفخَ، فقالَ: واللّٰه لأنْ يَأْكُلَ أَحَدُكُمْ [من] هٰذا حتّى يَمْلأَ بَطْنَهُ خيرٌ مِنْ أنْ يَأْكُلَ لَحْمَ مُسْلِمٍ. [صحيح]

''حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنے چند دوستوں کے ساتھ جا رہے تھے ایک مردہ خچر کے پاس سے گزرے جو پھول چکا تھا۔ کہا اللہ کی قسم! اگر تم میں سے کوئی اس کا گوشت کھائے اتنا کہ سیر شکم ہوجائے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ کسی مسلمان کا گوشت کھائے۔''

افتاء

اراضی مغصوبہ برائے مساجد کا شرعی حکم

مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

سوال: مغصوب اراضی پر مسجد تعمیر کرنے کے بارے میں قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔

جواب: مسجد بنانے کے لیے سرکاری اراضی پر ناجائز قبضہ کی کئی شکلیں ہیں۔

① ...... ایک ہی مسلک کے چند افراد اپنی مسجد میں لڑ پڑتے ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ ایک فریق دوسری جگہ جہاں کہیں سرکاری زمین پڑی ہوتی ہے اس پر راتوں رات ناجائز طور پر مسجد تعمیر کر لیتے ہیں۔ اس خرابی کا حل یہ ہے کہ اگر یہ مسجد پہلی مسجد سے بہت فاصلے پر ہے تو ان سے قیمت کا مطالبہ کیا جائے خواہ قسط وار سہی اور اگر وہ قیمت نہ ادا کریں تو مسجد کو تالہ لگا دیا جائے۔ اور اگر وہ مسجد پہلی مسجد سے بہت قریب ہے تو یہ مسجد ضرار کے حکم میں ہے اور تفریق بین المومنین کی آیت چسپاں ہوتی ہے۔ لہٰذا ایسی مسجد کو گرا دینا فرض ہے۔

② ...... ایسا بھی ہوتا ہے کہ مسجد کی جگہ تنگ ہو جاتی ہے تو اس کی توسیع کے لیے مسجد کے متصل جو سرکاری پارک یا کسی اور کام کے لیے وقف زمین ہوتی ہے اس پر قبضہ جما لیا جاتا ہے۔ اس قسم کی مشکل کا حل یہ ہوسکتا ہے کہ بانیانِ مسجد سے زمین کی قیمت وصول کی جائے۔

③ ...... سب سے بڑی مصیبت جس کی بناء پر سرکاری اراضی پر ناجائز قبضہ کی شکل رونما ہوتی ہے یہ ہے کہ حکومت جب کوئی نیا محلّہ آباد کرتی ہے تو وہاں ایک وسیع پلاٹ مسجد کے لیے وقف کر دیا جاتا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ مسلمانوں میں وحدت اُمت نہیں ہے بلکہ چار فرقے پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر ایک دوسرے کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے روادار نہیں ہیں۔

لہٰذا اس وقف شدہ (برائے مسجد) پلاٹ پر وہ فرقہ قبضہ کر لیتا ہے جو زیادہ زور آور اور با اثر ہوتا ہے یا جس کی اکثریت ہوتی ہے۔ اب دوسرے فرقے والے یا تو زمین خرید کر مسجد بناتے ہیں یا پھر کسی سرکاری زمین پر قبضہ جماتے ہیں۔ یہ صورتِ حال کئی شہروں میں پائی جا رہی ہے۔ اگر اس ناجائز قبضہ سے حکومت کا زیادہ ہرج نہ ہوتا ہو تو اسے برداشت کر لے قیمت لے یا جیسے مناسب ہو تاکہ فرقہ وارانہ عصبیت کا دیوا پنے پنجے کچھ ڈھیلے کر سکے۔

اور اگر وہ جگہ اسپتال یا کسی اور رفاہی ادارے کے لیے انتہائی موزوں ہے تو پھر ایسی صورت میں ان لوگوں سے کہا جائے کہ ہم تمہیں دوسری جگہ دیتے ہیں وہاں مسجد بنا لو۔ یہاں سرکاری نقشہ کے مطابق ہسپتال وغیرہ بنے گا۔ اس بارے میں یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ جو مسجد بن گئی وہ گرائی نہیں جا سکتی۔

ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ ہماری دلیل حضرت عمرؓ کی روایت ہے کہ جب انہیں معلوم ہوا کہ کوفہ کے بیت المال میں نقب زنی ہوئی ہے تو انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس مسجد کو تمارین میں منتقل کر دو اور بیت المال مسجد کے قبلہ میں بنایا جائے۔ مسجد میں ہمیشہ نمازی آتے جاتے رہتے ہیں آباد رہتی ہے۔ (وہاں کوئی خطرہ نہیں ہوگا) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور صحابہ کے سامنے یہ سب کچھ ہوا اور اس کی مخالفت بھی کسی صحابی سے ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بھی ایک قسم کا اجماع ہے۔

پھر ابن قدامہ لکھتے ہیں کہ کسی عین یعنی معین چیز پر اس طرح اصرار کرنا کہ جس سے غرض مطلوب ضائع ہو جائے درست نہیں ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہدی (قربانی کا جانور اپنے گھر سے) لے جانا ہے جب وہ سفر میں تھک جائے تو اسے فوراً ذبح کیا جا سکتا ہے اگرچہ اس کو

ذبح کرنا ایک خاص معین جگہ پر ضروری ہے۔[المغنی، ج: ۵، ص: ٦۔ الفتاویٰ لابن تیمیہ، ج: ۳۱، ص ۲۱۵۔ فتاویٰ جدیدۃ ابن تیمیہ، ج: ۳۱، ص۲۱٦]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں، امام احمد نے فرمایا ہے جب مسجد میں نمازی سمانہ سکیں یعنی نمازیوں میں اضافہ ہو جائے یا محلّہ کی ویرانی کی وجہ سے لوگ اس علاقہ کو چھوڑ دیں تو اس مسجد کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے دوسری جگہ مسجد بنائی جا سکتی ہے۔

[فتاویٰ جدیدۃ، ج: ۳۱، ص: ۲۲۷]

ایک شکل یہ ہے کہ ہر فرقے کے لیے اس کی آبادی کے لحاظ سے ہر محلّہ میں پلاٹ (الگ الگ) وقف کر دیئے جائیں۔

مولانا عبدالرحمٰن عزیز الہ آبادی انتقال کر گئے

جماعت اہل حدیث پاکستان کے محقق نامور عالم دین خطیب و ادیب مولانا عبدالرحمٰن عزیز الہ آبادی (رئیس ادارہ امر بالمعروف حسین خان والا نزد پتوکی ضلع قصور) طویل علالت کے بعد ۲ ستمبر ۲۰۱۰ء بروز جمعرات انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا عبدالرحمٰن عزیز نے ۱۹۴۲ء کو ضلع فیروز پور بھارت کے ایک گاؤں ہر سنگھ والا میں میاں خوشی محمد اعوان کے گھر میں جنم لیا۔ ان کا خاندان ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے پاکستان میں تحصیل چونیاں کے گاؤں گد پور میں آ کر رہائش پذیر ہوا۔ انہوں نے پرائمری کے بعد دینی تعلیم دارالحدیث جامعہ کمالیہ منڈی راجووال اوکاڑہ، دارالعلوم ضیاء السنہ راجہ جنگ قصور اور جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے حاصل کی۔ آپ کے نامور اساتذہ کرام شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف راجووالوی، مولانا اسداللہ بھانبڑوی، مولانا عبدہ الفلاح فیروز پوری، شیخ الحدیث حافظ عبداللہ بڈھیمالوی، حافظ شفیق الرحمٰن لکھوی، حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی شامل ہیں۔ آپ نے ۳۰ تقریباً مختلف عنوانات اصلاح معاشرہ سمیت و کتب تحریر کر کے عوام الناس میں مفت تقسیم کیں ہیں اسی طرح بطور مدرس اور خطیب بصیر پور اوکاڑہ، بورے والا، مظفر گڑھ، کوٹ ادو، میر پور خدمات سرانجام دی۔ جب کہ ۱۹۸۲ء حسین خان والا بطور خطیب و مدرس تشریف لائے ادھر ہی ان کا انتقال ہوا۔

مولانا کے پسماندگان میں پانچ لڑکے اور ۲ لڑکیاں شامل ہیں۔ ان کی نماز جنازہ کی امامت اسی روز بعد نماز تراویح مولانا محمد ابراہیم خلیل فیروز پوری کے فرائض سرانجام دیے۔ نماز جنازہ میں علمائے کرام، طلباء اور عوام الناس کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ دعا ہے کہ اللہ کریم ان کی دینی مسلکی تبلیغی خدمات جلیلہ کو قبول فرما کر انہیں جنت الفردوس میں مقام دے، آمین۔ رابطہ: 0345-5435450

[شریک غم: حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاھروی، کوٹ رادھا کشن قصور]

جناب میاں عبدالمعید مالواڈا رحمہ اللہ کی بیوہ کا انتقال

دارالدعوۃ السّلفیہ کے سابق ناظم مالیات میاں عبدالمعید مالواڈا مرحوم کی بیوہ گزشتہ دنوں قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ ایک شریف النفس خاتون تھیں۔ دارالدعوۃ السّلفیہ کے ساتھ مالی تعاون کرنے والی اور نہایت خلیق اور پاکباز تھیں۔ ان کی وفات سے مالواڈا خاندان خصوصاً ان کے پس ماندگان میاں سلمان اور میاں عبدالمنان اور دیگر بہنوں کو جو صدمہ پہنچا ہے، اس غم میں ادارہ دارالدعوۃ السّلفیہ کے اراکین بھی شامل ہیں۔ دعا ہے اللہ کریم مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، آمین۔ [ادارہ]

احکام ومسائل

نفلی روزے

قاری لیاقت علی باجوہ فیروز پوری (کوٹلی لوہاراں مغربی سیالکوٹ)

نفل روزے کی نیت اور کیفیت:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ میرے پاس آئے اور فرمایا: تمہارے پاس کچھ (کھانے کے لیے) ہے، ہم نے کہا کچھ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو میں روزے سے ہوں۔ پھر ایک دن ہمارے پاس آئے، میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! ہمارے پاس حیس (ایک قسم کا حلوا) بطور تحفہ (ہدیہ) آیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے دکھاؤ، میں صبح روزے سے تھا۔ آپ ﷺ نے اسے کھایا۔

[مسلم، رقم: ۱۷۰، ۱۱۵٤]

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نفلی روزے کی نیت دن میں کی جاسکتی ہے، بشرطیکہ کچھ کھایا نہ ہو، اسی طرح اگر نفل روزے کی نیت کر کے روزہ رکھ لیا ہو، پھر کوئی کھانے کی دعوت آجائے تو دعوت قبول کی جاسکتی ہے، جس طرح رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے۔

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ بغیر عذر کے نفل روزہ نہیں توڑنا چاہیے یعنی بیماری، سفر، عورت کو حیض کا آنا وغیرہ۔

مگر یہ بات درست نہیں ہے۔ عذر کی حالت میں نفل تو کیا فرض روزہ بھی توڑا جاسکتا ہے۔

فرض روزہ کی حالت میں اگر کوئی دعوت بھی دے تب بھی روزہ نہیں توڑا جاسکتا۔ لیکن نفل روزہ میں دعوت قبول کر کے روزہ توڑ سکتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی اس رخصت کا فائدہ نہ اٹھانا چاہے اور روزہ مکمل کرنا پسند کرے تو بھی ٹھیک ہے۔

شوال کے چھ روزے اور ان کا انعام:

سیّدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رمضان مبارک کے روزے رکھے اس کے بعد شوال کے (چھ نفلی) روزے رکھے تو یہ پورے سال کے روزے رکھنے کی مانند ہے۔

[مسلم، رقم: ۱۱۶٤]

پورے سال کے روزوں کا ثواب اس طرح بنتا ہے کہ ایک نیکی کا اجر اور بدلہ کم از کم دس گنا ہے، رمضان مبارک کے ایک ماہ کے روزے دس ماہ کے برابر اور شوال کے چھ روزے دو ماہ کے برابر ہیں، اس طرح یہ پورے سال کے روزے ہوگئے۔

جس نے رمضان کے روزوں کے بعد شوال کے چھ روزوں کو اپنی زندگی کا معمول بنالیا تو گویا اس نے ساری عمر کے روزے رکھے، شوال کے یہ روزے ایک ساتھ رکھے جائیں یا ناغہ کر کے، دونوں طرح سے ٹھیک ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''جو کوئی ایک نیکی کرے گا، اس کو دس گنا اس کے مثل اجر ملے گا۔''[الانعام: ۱٦۰]

یوم عرفہ اور عشرہ ذی الحجہ کے روزوں کی فضیلت:

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ان دنوں کے عمل سے زیادہ کسی دن کے عمل میں فضیلت نہیں، لوگوں نے پوچھا کیا جہاد میں بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ہاں جہاد میں بھی نہیں۔ سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال خطرے میں ڈال کر نکلا، واپس کچھ بھی نہ لایا۔''

[البخاری، رقم: ۹٦۹]

سیّدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ سے عرفہ کے روزے کے متعلق سوال کیا گیا،

آپ ﷺ نے فرمایا:
وہ گزشتہ اور آئندہ سالوں کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔''
[مسلم، رقم: ۱۹۷، ۱۱۶۲]

محرم کے روزوں کی فضیلت:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''رمضان مبارک کے بعد افضل ترین روزے اللہ کے مہینے محرم الحرام کے ہیں۔''[مسلم: ۱۱۶۳]

اس مہینہ میں یوم عاشوراء کا روزہ رکھنا دیگر مہینوں کے نفل روزوں سے افضل ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:
''رسول اللہ ﷺ عاشوراء کا روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے، جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو پھر جس کا جی چاہتا تھا وہ عاشوراء کا روزہ رکھ لیتا تھا جس کا جی نہیں چاہتا تھا وہ عاشوراء کا روزہ نہیں رکھتا تھا۔''[بخاری: ۲۰۰۱]

عاشوراء کا روزہ زمانہ جاہلیت میں قریش بھی رکھا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی رکھتے۔ پھر جب آپ ﷺ مدینے تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہاں بھی یہ روزہ رکھا اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی یہ روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

مدینے میں بسنے والے یہودی بھی اس دن کا روزہ رکھتے تھے کیوں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات عطا فرمائی۔
آپ ﷺ نے فرمایا:
''اس خوشی کے ہم ان سے زیادہ حق دار ہیں۔ چناں چہ آپ ﷺ نے عاشوراء کا روزہ اہتمام کے ساتھ رکھا۔''
[بخاری: ۲۰۰۲، ۲۰۰۴]

عاشوراء دس محرم کو کہتے ہیں، اس روزے کا فائدہ مندرجہ ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ سیّدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے یوم عاشوراء کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔

یہ روزہ کس دن رکھا جائے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا تو ۹ محرم کو روزہ ضرور رکھوں گا۔''[مسلم: ۱۳۴، ۱۱۳۴]

لہٰذا اب ۹ محرم کا بھی روزہ رکھنا چاہیے، اس میں یہودیوں کی مخالفت اور نبی ﷺ کی موافقت ہے۔

ہر ماہ تین (تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے) روزے رکھنا:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
''میرے خلیل ﷺ نے مجھے تین باتوں کی نصیحت فرمائی، ہر ماہ تین روزے رکھنے کی، چاشت کی دو رکعات پڑھنے کی اور سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی۔''[بخاری، کتاب الصوم، باب صیام البیض……، الخ: ۱۹۸۱]

یہ تینوں اعمال بہت اہمیت اور فضیلت کے حامل ہیں۔ ان میں پہلا عمل تین دن کے روزے ہیں جو رسول اللہ ﷺ اہتمام سے رکھا کرتے تھے، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ ہر مہینے تین دن کے روزہ رکھتے تھے۔[ابو داؤد: ۲۴۵۱]

ان تین دنوں کے بارے میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
''رسول اللہ ﷺ ہمیں ایام بیض (۱۳، ۱۴، ۱۵) کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔''[ابو داؤد: ۲۴۴۹]

بیض سفید کو کہتے ہیں ان تاریخوں میں رات کو سفیدی اور روشنی ہوتی ہے۔ راتیں چاندنی ہوتی ہیں، اسی مناسبت سے ان ایام کو ایام بیض سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان دنوں میں روزے رکھنا، مہینہ کے باقی ایام کے مقابلہ میں افضل ہیں۔

سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنا، سارا سال روزے رکھنے کے برابر ہے۔
[بخاری: ۱۹۷۹]

چوں کہ ایک نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا ہے، اس لیے تین روزوں کا ثواب تیس روزوں کے برابر ہے۔ جو شخص ہر ماہ تین اور سال میں تیس

روزے اہتمام سے رکھتا ہے پھر ساری زندگی کا یہ معمول بنالیتا ہے۔تو گویا اس نے ساری زندگی روزے کی حالت میں بسر کی۔

سوموار اور جمعرات کے روزوں کی فضیلت:

سیّدنا ابوقتادہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوموار کے روزے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ وہ دن ہے جس دن میری ولادت ہوئی،اور اس دن میں مبعوث کیا گیا اور اسی دن میرے اوپر وحی نازل کی گئی۔''

[مسلم: ۱۹۷۔ ۱۱۶۲]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سوموار اور جمعرات کو (اللہ کے ہاں) اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔پس میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل جب پیش کیا جائے تو میں روزے سے ہوں۔''[ترمذی: ۷۴۶]

رمضان المبارک کی طرح ان دنوں میں بھی جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سوموار اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔اور ہر اس بندے کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں،جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا،سوائے اس آدمی کے کہ اس کے اور اس کے مسلمان بھائی کے درمیان کوئی دشمنی ہو،کہا جاتا ہے ان دونوں کو مہلت دی جائے کہ وہ صلح کرلیں۔''[مسلم: ۲۵۶۵]

داؤد علیہ السلام کا روزہ اللہ کے ہاں پسندیدہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تمام قسم کے روزوں میں سے سب سے پیارا روزہ اللہ تعالیٰ کو داؤد علیہ السلام کا ہے۔آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔''[بخاری: ۱۱۳۱]

اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے صحابہ کو داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔اس سے زیادہ کی نہیں۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک داؤد علیہ السلام کا روزہ پسندیدہ ترین روزہ ہے۔آپ علیہ السلام آدھے زمانے میں روزہ رکھتے تھے۔''

[مسلم: ۱۹۰۔۱۱۵۹]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

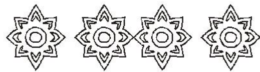
''داؤد علیہ السلام کے روزے کے برابر کوئی روزہ نہیں کہ وہ آدھا زمانہ روزہ رکھتے، ایک دن روزہ ہوتا اور ایک دن افطار کرتے۔''[مسلم: ۱۹۱۔۱۱۵۹]

آدمی خواہ کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو اس کو اطاعت رسول ﷺ میں رہنا چاہیے،اسی میں خیر ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کے ہاں روزوں میں افضل ترین داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں،آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن چھوڑ دیتے۔''

[مسلم: ۱۹۲۔۱۱۵۹]



احکام و مسائل — قسط نمبر ۲

مسئلۂ رؤیتِ ہلال

شرعی دلائل کی روشنی میں

حافظ صلاح الدین یوسف (مشیر وفاقی شرعی عدالت، پاکستان۔ مدیر: شعبۂ تحقیق وتالیف دارالسلام، لاہور

کیا رؤیت میں علمِ فلکیات سے مدد لینا اور ان کی رائے کو اہمیت دینا جائز ہے؟

جائز ہی نہیں بلکہ بعض اوقات ضروری ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ چاند کے اثبات کے لیے رؤیت (دیکھا جانا) ضروری ہے، اس کے بغیر چاند کا تحقق ممکن ہی نہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ رصد اور فلکیات کا جو علم ہے اور جو صدیوں کے تجربات و مشاہدات پر مبنی ہے، اسے سرے سے کوئی اہمیت ہی نہ دی جائے۔ بلکہ ہم جس طرح طلوع و غروبِ آفتاب، زوال اور طلوعِ فجر وغیرہ میں علم رصد پر اعتبار کرتے ہیں اور اسی علم کی بنیاد پر مذکورہ اوقات کا تعین کرتے اور انھیں تسلیم کرتے ہیں اور اس کی بنیاد پر دائمی اوقات نامے بنائے ہوئے ہیں۔ اسی طرح جب علم رصد کی رُو سے غروبِ شمس کے وقت چاند کی وِلادت ہی متحقق نہ ہو، تو یہ ممکن نہیں ہے کہ اس وقت چاند اُفق پر نظر آ جائے۔

اللہ تعالیٰ اگرچہ اسباب کا پابند نہیں ہے لیکن اس کی مشیت و حکمت کے تحت نظام کائنات اسباب کے مطابق ہی چل رہا ہے۔ کائنات کی آفرینش سے لیکر آج تک اس میں تبدیلی نہیں آئی ہے۔ چاند کی وِلادت اس کے وجود وظہور کا سبب ہے، جب تک یہ سبب (ولادت) نہ ہوگا، چاند اُفق پر نظر ہی نہیں آ سکتا۔ اور رصد و فلکیات کا علم اسی سبب کے جاننے کا نام ہے، وہ اس علم کی رُو سے چاند کی رفتار کا جائزہ لیتا ہے، اس کی ولادت کا تعین کرتا ہے اور بتلاتا ہے کہ وہ اُفق پر کب ظاہر ہو سکتا ہے، اس لیے اس علم کا انکار کیا جا سکتا ہے، نہ اس سے استفادے کو ممنوع قرار دیا جا سکتا ہے بلکہ جس طرح ہم طلوع و غروبِ آفتاب کے اوقات کے تعین میں اس علم پر اعتماد کرتے ہیں، ہمیں چاند کی ولادت وعدمِ ولادت اور اس کے امکانِ ظہور وعدمِ امکانِ ظہور میں بھی اس کی معلومات کو تسلیم کرنا چاہیے۔

بنابریں مسلمہ درایتی قواعد کی رو سے جس دن غروبِ آفتاب سے پہلے چاند کی وِلادت نہ ہوگئی ہو۔ یا چاند اس دن سورج غروب ہونے سے پہلے غروب ہو چکا ہو تو اس دن یقیناً چاند نظر آنے کا کوئی امکان نہیں ہوگا۔ لیکن اس دن اگر کچھ لوگ دعویٰ کریں کہ انھوں نے چاند دیکھا ہے تو ان کا یہ دعویٰ سخت محلِ نظر ہوگا، کیونکہ یہ دعویٰ ایسا ہی ہوگا جیسے سورج غروب ہو چکا ہو لیکن دعویٰ کرنے والے دعویٰ کریں کہ ابھی غروب نہیں ہوا۔ یا سورج نکل چکا ہو، لیکن دعویٰ کرنے والے دعویٰ کریں کہ سورج ابھی نہیں نکلا۔ ایسی صورت میں یقیناً رؤیتِ ہلال کا دعویٰ کرنے والوں کی اچھی طرح جانچ پڑتال کرنی چاہیے۔ اور شہادت کے شرعی تقاضوں کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے، چاہے اس کی روشنی میں پہلا فیصلہ غلط قرار پائے، اس کی مزید تفصیل آگے آ رہی ہے۔

اہل خیبر (سرحد) کا معاملہ؟

یہ ایک نہایت قابل غور معاملہ ہے کہ ہر سال یہ مسئلہ صرف صوبہ خیبر کے لوگوں کی وجہ سے اختلاف وافتراق کا باعث بنتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟......دوسرے صوبوں میں ایسا کیوں نہیں ہوتا؟

اس کی وجہ بعض لوگ علمائے اہل خیبر کا دوسرے صوبوں کے مقابلے میں، زیادہ دین دار ہونا بتلاتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف بہت سے ذمہ دار حضرات یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہاں بعض علاقے ایسے ہیں کہ وہ یوں ہی شور مچا دیتے ہیں: ''چاند ہو گیا اور کل عید ہے یا روزہ ہے۔'' راقم جب مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی کا رکن تھا تو صوبہ خیبر کے دو نمائندے اس

میں شامل تھے، وہ دونوں اختلافِ مسلک کے باوجود اس بات پر متفق تھے کہ رؤیتِ ہلال کے بارے میں صوبہ خیبر کے لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ وہ ویسے ہی چاند ہونے کا اعلان کردیتے ہیں۔

مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی کے سابقہ چیئرمین مولانا عبداللہ صاحب نے ایک مرتبہ خود اس امر کا ذاتی مشاہدہ حاصل کیا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ 29 شعبان 1418ھ کو، جبکہ سرحد میں یکم رمضان تھی، اور وہاں 28 شعبان کو 30 آدمیوں نے چاند دیکھنے کی شہادت دی تھی اور اسی بنا پر وہاں مقامی کمیٹی نے روزے رکھنے کا اعلان کیا تھا۔ میں نے وہاں کے بعض علما سے کہا کہ آج آپ کے حساب سے رمضان کی دوسری رات ہے اور آج چاند واضح اور صاف نظر آنا چاہیے۔ جبکہ فلکیات والوں کا کہنا یہ تھا کہ آج چاند بلوچستان اور سندھ کے بعض علاقوں میں ممکن ہے نظر آجائے، اس کے علاوہ کہیں نظر آنے کا امکان نہیں ہے۔

چناں چہ میں ان علمائے سرحد کو لے کر ایک پہاڑ پر چڑھ گیا، ہمارے ساتھ سینکڑوں آدمی اور بھی تھے، لیکن بسیار کوشش کے باوجود چاند نظر نہ آیا۔ بلکہ پورے سرحد سمیت کہیں بھی نظر نہ آیا، اور تھوڑی دیر کے بعد صرف بلوچستان سے چاند دیکھے جانے کی اطلاع ملی، جس کی بنیاد پر مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی نے چاند کے ہونے کا فیصلہ اور اعلان کیا۔ اس ایک واقعے نے دونوں باتوں کا فیصلہ کردیا۔

① رؤیت ہلال کے بارے میں اہل سرحد کی گواہی معتبر نہیں اور جو علماء مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی اور اس کے طریق کار سے ہٹ کر اپنے طور پر رؤیت کا فیصلہ کرتے ہیں، صحیح نہیں ہے اور ان کا یہ طرزِ عمل مستقل انتشار و اختلاف کا باعث ہے۔

② اہل فلکیات کی رائے کو قرارِ واقعی اہمیت نہ دینا بھی غلط ہے۔ فلکیات کا یہ علم صدیوں کے مسلسل تجربات و مشاہدات پر مبنی ہے، اس سے استفادہ کرنا اور اس سے وابستہ افراد کی رائے کو اہمیت دینا ضروری ہے۔ نیز اس کا شریعت سے کوئی تصادم بھی نہیں ہے، اس لیے ان کی رائے کو آسانی سے جھٹلانا ناممکن ہے، نہ جھٹلانے کی ضرورت ہی ہے، البتہ اگر کبھی (کسی نادِر صورت میں) واقعی اہل فلکیات کی رائے مشاہدے کے خلاف ہو تو مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی قرائن و شواہد اور گواہوں، گواہیوں کی حیثیت کا تعین کر کے اس کے خلاف فیصلہ سنا سکتی ہے۔ یہ نہ کوئی مشکل بات ہے، نہ اس سے فلکیات کی بے اعتباری کا اثبات ہوتا ہے۔ (از مکتوب مولانا عبداللہ مرحوم بنام علمائے کرام)

اس مکتوب میں مولانا عبداللہ مرحوم نے اپنے مذکورہ مشاہدے کی روشنی میں علمائے کرام سے رؤیت ہلال کے مسئلے کے حل کے لیے متعدد سوالات کیے تھے، اس مکتوب کے جواب میں راقم نے بھی ان کے سوالات کے جواب ارسال کیے تھے، یہ مکتوب مع جواب ماہنامہ ''نداء الاسلام (عربی) اسلام آباد، زیر ادارت مولانا محمد بشیر سیالکوٹی ﷾ میں عربی میں منتقل ہو کر شائع ہوا تھا۔ یہ عربی رسالہ اب بند ہو گیا ہے۔ علاوہ ازیں ماہنامہ ''محدث'' لاہور (مارچ ۱۹۹۹ء) میں بھی شائع ہوا۔

پس چہ باید کرد

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں اہلِ خیبر کی بابت یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی رؤیت نہ مطلقاً قابل تسلیم ہے اور نہ مطلقاً قابل ردّ، ان کا رویہ جو قابل اصلاح ہے، وہ یہ ہے کہ انھوں نے مرکزی رؤیتِ ہلال کمیٹی کے متوازی جو غیر سرکاری کمیٹی یا کمیٹیاں بنائی ہوئی ہیں، ان کو ختم کردیا جائے یا وہ اپنے آپ کو اس بات کا پابند کریں کہ ان کے سامنے رؤیت کی جو گواہیاں آئیں، اگر وہ ان سے مطمئن ہوں تو پہلے مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کو، اگر اس کا اجلاس ہو رہا ہو، ان سے آگاہ کریں، وہ یقیناً ان پر غور کرے گی، بلاوجہ وہ اس کو ردّ نہیں کرے گی جیسا کہ راقم کو ذاتی طور پر اس کے طریقِ کار سے آگاہی ہے۔ اس نے پہلے بھی اہل خیبر کی رؤیت پر بعض دفعہ فیصلہ کیا ہے جب کہ ان کی گواہی شہادت کے شرعی تقاضوں پر پوری اتری ہے۔ اور اگر ملک کے دوسرے حصوں میں 28 تاریخ ہو، جیسا کہ بدقسمتی سے ایک عرصے سے یہ صورت حال چلی آرہی ہے تو کوئی صورت ایسی بنائی جائے کہ جب تک یہ صورت حال موجود ہے مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی ہنگامی طور پر اپنے اراکین سے موبائل فونوں پر رابطہ کر کے ایک دوسرے کی رائے حاصل کرنے کی کوشش کرے، آج کل اس طرح فوری رابطہ کر کے فیصلہ کرنا مشکل نہیں ہے۔ بصورت دیگر صوبہ خیبر

کے علماء کی کمیٹی اگر پوری طرح مطمئن ہوتو وہ خیبر کی حد تک رؤیت کا فیصلہ کردے، تاہم اس کے لیے تین باتوں کا اہتمام ضروری ہے۔

اول: یہ کہ یہ کمیٹی تمام مکاتب فکر کے علماء پر مشتمل ہو۔

دوم: سرکاری مداخلت سے آزاد ہو۔

سوم: اگر دوسرے روز خیبر میں بھی (جب کہ دوسرے حصوں میں 29 اور سرحد میں یکم تاریخ ہو) چاند افق پر نظر نہ آئے تو واضح طور پر اپنی غلطی کا اعتراف واعلان کرے اور آئندہ کے لیے مکمل طور پر مرکزی کمیٹی کے فیصلے کی پابندی کا اہتمام کرے۔

راقم کو امید ہے کہ ایک دو مرتبہ اس طرح کرنے سے آئندہ کے لیے ایک واضح صورت متعین ہو جائے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اہل خیبر کے معاملے کو خیبر کے علماء ہی کے سپرد کر دیا جائے، وہ جس طرح چاہے فیصلہ کریں اور اس پر عمل کریں جیسا کہ سالہا سال سے ایسا ہی از خود ہوتا چلا آ رہا ہے اور اہل خیبر اکثر ملک کے دوسرے حصوں سے الگ ہی رمضان اور عید کا اہتمام کرتے ہیں، کیوں کہ ایسا کرنے کی بھی شرعاً پوری گنجائش ہے۔ بشرطیکہ چاند کی رؤیت شرعی ضابطوں کے مطابق ثابت ہو جائے۔ محض یہ جذبہ گواہوں کے ذہن میں نہ ہو کہ ہم نے سعودی عرب کے مطابق رمضان یا عید کا اہتمام کرنا ہے، گو زبان سے وہ اس کا اظہار نہ کریں۔

اثباتِ ہلال کے لیے کیلنڈر پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا

مذکورہ وضاحت سے اس امر پر بھی روشنی پڑ جاتی ہے کہ کیلنڈر پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ بعض لوگ وحدت و یکجہتی کے نقطۂ نظر سے پورے عالم اسلام کے لیے ایک اسلامی کیلنڈر کی تجویز پیش کرتے ہیں۔ یہ تجویز نیک نیتی پر مبنی ہو سکتی ہے لیکن یہ نصوصِ شریعت سے متصادم ہے کیونکہ اولاً روزہ یا عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا اہتمام ایک عبادت ہے۔ یہ دوسری قوموں کی طرح کے صرف ایک تہوار نہیں ہیں بلکہ اصلاً یہ عبادات ہیں تاہم ان میں اجتماعیت کا اہتمام کیا گیا ہے۔ لیکن یہ اجتماعیت اسی حد تک ممکن ہوگی جس حد تک نصوصِ شریعت اجازت دیں گی، جیسے ایک علاقے کے لوگ ایک ہی وقت میں روزے کا آغاز یا اختتام کریں، عیدین کی نماز کھلے گراؤنڈ میں ادا کریں، وغیرہ۔

لیکن اس اجتماعیت کو اس حد تک نہیں بڑھایا جا سکتا کہ پورے عالم اسلام کو یا کسی وسیع ایک ملک کو کسی ایک علاقے کی رؤیت کا پابند کر دیا جائے یا ایک حسابی کیلنڈر بنا دیا جائے جس میں فلکیات کے اعتبار سے رمضان، شوال اور ذوالحجہ اور دیگر اسلامی مہینوں کے آغاز کا تعین کر دیا جائے اور پورے عالم اسلام کو اس کے مطابق مہینوں کے آغاز و اختتام کا پابند بنا دیا جائے۔ ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا کیونکہ اس طرح اجتماعی طور پر عیدین وغیرہ کو بطور تہوار منانے کے جذبے کی تو تسلی ہو جائے گی لیکن ایسا کرنا نصوصِ شریعت سے متصادم ہوگا، نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ ''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی افطار کرو۔'' یعنی روزہ رکھنا چھوڑو۔

اسی حدیث میں آگے یہ الفاظ ہیں کہ

"فَإِنْ غُمِّيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ." [صحيح البخاري، الصوم، حديث: 1909]

''اگر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کرو۔''

گویا چاند کا دیکھا جانا ضروری ہے۔ کیونکہ مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں یہ امکان بھی یقیناً موجود ہے کہ چاند موجود ہو لیکن نظر نہ آ سکے لیکن امکان کو اہمیت نہیں دی گئی بلکہ رؤیت ہی کو اصل قرار دیا گیا۔ اس سے اسی امر کی تائید ہوتی ہے کہ محض فلکیات کی بنیاد پر ایسا کیلنڈر بنانا جائز نہیں ہے۔ جس کی بنیاد پر پورا عالمِ اسلام ایک ہی دن رمضان، شوال اور ذوالحجہ وغیرہ کا آغاز کرے، کیونکہ اس حسابی کیلنڈر کی بنیاد امکان، تخمینہ اور غیر یقینی علم پر ہوگی جبکہ حکم رؤیت (دیکھنے) کا اعتبار کرنے کا ہے۔

بنابریں عیدین وغیرہ کسی نہ کسی حیثیت سے ملی تہوار ضرور ہیں لیکن اصلاً یہ عبادات ہیں، جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں جو سب سے اہم عبادت ہے لیکن کسی کے ذہن میں یہ نہیں آتا کہ اس میں ایسی اجتماعیت ہونی چاہیے کہ ایک ہی وقت میں پورے عالم اسلام میں ہر نماز پڑھی جائے کیونکہ مطالع کے اختلاف کی وجہ سے یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ اسی طرح

رمضان اور عیدین وغیرہ کا معاملہ ہے، مطالع کے اختلاف کی وجہ سے پورے عالم اسلام کے لیے ایک کیلنڈر نہیں بنایا جا سکتا۔

عہدِ صحابہ کے اس واقعے سے بھی، جو پہلے حضرت کریب کا گزر چکا ہے، اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ مطالع مختلف ہونے کی صورت میں اپنے اپنے علاقے ہی کی رؤیت ضروری ہوگی، یا زیادہ سے زیادہ ایک ملک کے لیے کافی ہوگی بشرطیکہ اس کے مختلف صوبوں اور حصوں کے مطالع میں زیادہ اختلاف نہ ہو۔ کسی دور دراز کے ملک کی رؤیت، جس کا مطلع اور نظام الاوقات مختلف ہو، دوسرے علاقوں کے لیے قابلِ اعتبار نہیں ہوگی۔ یہ واقعہ صحیح مسلم میں ہے۔

یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب مطالع میں زیادہ اختلاف ہو تو ایک کی رؤیت دوسرے کے لیے معتبر نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس نے شام کی رؤیت کو اہل مدینہ کے لیے ناکافی سمجھا اور اس امر کا انتساب رسول اللہ ﷺ کی طرف فرمایا۔

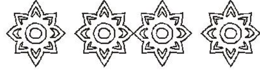
جن ممالک کے مطالع مختلف نہ ہوں، وہ ایک دوسرے کی رؤیت کا اعتبار کر سکتے ہیں

البتہ ایسے قریبی ممالک جن کے مطالع میں زیادہ اختلاف نہ ہو، اور وہ رؤیت والے ملک کے مغرب میں واقع ہوں تو وہ اس کی رؤیت پر اعتماد کر سکتے ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسی رائے کا اظہار کیا ہے، چنانچہ ایک سعودی عالم و مفتی شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الجبرین رحمہ اللہ (متوفی جولائی 2009ء) تحریر فرماتے ہیں:

"شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ جن ممالک میں چاند دیکھا گیا اور جو ممالک ان سے آگے، یعنی مغرب کی جانب ہوں، ان سب پر روزہ رکھنا فرض ہوگا اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ جب کسی ایک ملک میں چاند دیکھا گیا ہو تو ضروری ہے کہ اس سے بعد والے ممالک میں بھی چاند نظر آئے گا، اس لیے کہ چاند سورج کے بعد غروب ہوتا ہے اور جیسے جیسے اس میں تاخیر ہوگی چاند سورج سے دور ہوتا چلا جائے گا اور زیادہ واضح اور ظاہر ہوتا چلا جائے گا۔ مثال کے طور پر اگر بحرین میں چاند دیکھا گیا تو ان ممالک کے لوگوں پر بھی روزہ رکھنا واجب ہو جائے گا جو اس کے بعد ہیں جیسا کہ نجد، حجاز، مصر اور مغرب (مراکش وغیرہ) ہیں مگر جو ممالک بحرین سے پہلے واقع ہیں، مثلاً: ہندوستان، سندھ اور ماوراء النہر (روس کے بالائی علاقے) کے ممالک، ان ملکوں کے لوگوں پر روزہ واجب نہیں ہوگا۔"

[فتاوی الصیام، ص :72، طبع دار السلام]

امام ابن تیمیہ کی رائے پر مبنی اس اقتباس میں مثال دے کر واضح کر دیا گیا ہے کہ اس طرح کے ممالک کا مطلع ایک ہو سکتا ہے اور وہاں سب ممالک کسی ایک ملک کی رؤیت پر رمضان، شوال وغیرہ کا آغاز کر سکتے ہیں۔ [جاری ہے]



جامعہ بحر العلوم السّلفیہ کی اختتامی تقریب

جامعہ بحر العلوم السّلفیہ میر پور خاص سندھ کے زیر اہتمام دورۂ اصول الحدیث والتخریج شیخ الحدیث مولانا افتخار احمد الازہری حفظہ اللہ نے رمضان المبارک میں کروایا۔ اس علمی و تحقیقی دورے میں ۹ طلباء شریک ہوئے۔ اصول الحدیث کی اہمیت اور تاریخ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی۔ اختتامی تقریب میں مدیر جامعہ حاجی محمد اسماعیل میمن نے اسناد تقسیم فرمائیں۔ حافظ محمد یونس نے اوّل اور خرم اسحاق نے دوم پوزیشن حاصل کی۔ مولانا محمد رمضان رحمانی نے قرآن کی فضیلت پر مفصل خطاب کیا۔

[طلبائے جامعہ بحر العلوم السّلفیہ، میر پور خاص]

مولانا محمد اسحاق رحمانی کو حادثہ

جماعت غرباء اہل حدیث ضلع اوکاڑا کے امیر مولانا محمد اسحاق رحمانی گزشتہ دنوں حویلی لکھا سے گھر چاہ شیریں والا جاتے ہوئے حادثے کا شکار ہو گئے، جس سے مولانا کی چار پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ مولانا گھر میں زیر علاج ہیں۔ احباب جماعت صحت کے لیے دعا فرمائیں۔

[حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاھروی، بلال آباد، کوٹ رادھا کشن، قصور]

احکام ومسائل

کھڑے ہوکر زمزم پینا کیسا ہے؟

از مولانا طاہر فاروق ناصر.....نظر ثانی: حافظ ریاض احمد عاقب

الحمد لله على نعمه الظاهرة والباطنة، أما بعد:

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ نے شریعت اسلامیہ میں فضیلت والے کاموں کو ترجیح دی ہے اور انہی پر ہمیشگی کی ہے اور بوقت ضرورت رخصت بھی دی ہے اسی بات کی وضاحت امام ابویحییٰ شرف الدین النووی ؒ نے صحیح مسلم کی شرح میں کی ہے:

''آپ ﷺ کسی چیز کے جواز پر تنبیہ کرتے تھے اور افضل پر عمل کرتے تھے جیسے آپ کا اعضاء وضو کو تین تین مرتبہ اور پیدل طواف کرنا اور اکثر بیٹھ کر پانی پینا واضح ہے۔ علم سے تھوڑی سی نسبت والا بھی اسے مشکوک نہیں کہہ سکتا۔''

[شرح مسلم، کتاب الاشربة: ۳۷۷۱]

اس حوالہ سے کتب احادیث میں نہی اور جواز دونوں موجود ہیں، ان دونوں قسم کی احادیث پر صحت کے اعتبار سے کوئی اعتراض بھی نہیں۔

اوّلاً ہم اُن احادیث کا تذکرہ کریں گے جن میں نہی وارد ہوئی ہے تاکہ مقصد بیان واضح ہوجائے، وہ درج ذیل ہیں:

(۱)...... عن أنسؓ وأبی هريرةؓ قالا: قال رسول الله ﷺ: (لا يشربن أحد منكم قائما).

[رواه مسلم، رقم: ۳۷۷۵]

''تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہوکر پانی ہرگز نہ پیئے۔''

(۲)...... عن أبی هريرة قال قال رسول الله ﷺ (نهٰى أن يشرب الرجل قائماً فمن نسيی منكم فليستقئی). [رواه مسلم، رقم: ۳۷۷۱]

''کھڑے ہوکر پینے سے منع کیا جو بھول جائے پس وہ قے کردے۔''

(۳)...... عن أنس أن النبی ﷺ (نهٰی عن الشرب قائماً، قال قتادة فقلنا الأكل فقال ذاك شر أو أخبث).

[رواه مسلم: ۳۷۷۲۔ سنن أبو داؤد: ۳/ ۳۳۶]

''کھڑے ہوکر پینے سے منع کیا۔ قتادہ فرماتے ہیں ہم نے انس سے پوچھا کہ پھر کھانے کا کیا حکم ہے تو فرمایا وہ تو اس سے بھی بدتر ہے۔''

(فقال ذاك أشد) [جامع الترمذی، رقم: ٤/ ۳۰۰]

''پس فرمایا وہ تو اس سے بھی سخت بات ہے۔''

(٤)...... عن أبی سعيد الخدری أن النبی ﷺ (زجر عن الشرب قائماً)

[سلسلة الأحاديث الصحيحة، رقم: ۱/ ۳۳۹]

''کھڑے ہوکر پینے سے ڈانٹا''

(٥)...... عن أبی زياد الطحان قال سمعت أبا هريرة يقول: عن النبی ﷺ (أنه ﷺ رأى رجلاً يشرب قائماً فقال ﷺ له: قه قال: لمه قال: أيسرّك أن يشرب معك الهر قال لا: قال فانه قد شرب معك من هو شر منه الشيطان) [مسند احمد، رقم: ۷۹۹۰۔ سلسلة الاحاديث الصحيحه، رقم: ۱۷۵]

''ابوہریرہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے ایک آدمی کو کھڑے ہو

کر پیتے دیکھا تو فرمایا قے کر دو، عرض کیا کیوں؟ آپ نے فرمایا کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہارے ساتھ بلا پیئے؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا: تمہارے ساتھ اس نے پیا ہے جو اس سے بدتر ہے وہ شیطان ہے۔

(٦)...... عن أبی هريرة قال: قال رسول الله ﷺ (لو يعلم الذی يشرب قائماً ما فی بطنه لاستقاء)[مسند أحمد: ٧٤٧٥]

اگر کھڑے ہو کر پینے والا آدمی جان لے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے تو وہ قے کر دے۔''

(٧)...... عن أبی الزبير قال (سألت جابراً عن الرجل يشرب وهو قائم قال جابر كنا نكره ذالك)[مسند احمد: ١٠٦٦٦]

''ابوزبیر فرماتے ہیں کہ میں نے جابر سے سوال کیا کھڑے ہو کر پینے والے کے متعلق جابر نے فرمایا ہم اسے ناپسند سمجھتے ہیں۔''

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ تحفۃ الاحوذی میں کھڑے ہو کر پینے کے متعلقہ باب میں حدیث کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

(٨)......حضرت عمرو بن شعیب روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے وہ اس کے دادا سے وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اس حالت میں کہ آپؐ نے کھڑے ہو کر پانی پیا۔ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کا بیان جواز یا ضرورت کی وجہ سے ہے، جب کہ آپؐ بیٹھ کر تمام اوقات میں پانی پیا کرتے تھے۔[تحفة الاحوذی، شرح جامع الترمذی، كتاب الأشربه، رقم: ١٨٠٤، باب ما جاء فی الرخصة فی الشرب قائماً]

ان احادیث کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ سے کھڑے ہو کر پینا بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے:

(١)...... عن ابن عباس قال (سقيت النبی ﷺ من زمزم فشرب وهو قائماً قال عاصم: فحلف عكرمة ما كان يومئذٍ الاعلى بعير)

''عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں، میں نے نبی ﷺ کو زمزم پلایا تو آپ نے کھڑے ہونے کی حالت میں پیا۔ عاصم فرماتے ہیں عکرمہ نے قسم کھائی کہ آپ اس دن اونٹ پر سوار تھے۔''[بخاری کتاب الاشربة]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر باب باندھا (باب من شرب وهو واقف علی بعيره) کھڑے اونٹ پر بیٹھ کر پینے کا بیان۔

[بخاری، كتاب الأشربة: ٥٣٠٢]

سنن ابن ماجہ میں ہے:

(قال فذكرت ذالك لعكرمة فحلف بالله ما فعل)

''عاصم فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عکرمہ کو بیان کی تو انہوں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا۔''

وعند البيهقی (باب الشرب فی الطواف) ولمسلم (فأتيته بدلوٍ واستسقٰی وهو عند البيت)[شرح العمدة، رقم: ٣/ ٥٥١]

''میں آپ ﷺ کے پاس پانی کا ڈول لایا آپ نے اس سے پیا آپ بیت اللہ میں تھے۔''

(٢)...... حديث أنس وسهلة بنت ملحان أن أُم سليم حدثت أن رسول الله ﷺ (دخل عليهم فاذا قربة معلقة فشرب قائماً فقطعت أُمّ سليم رأس القربة)[ناسخ الحديث ومنسوخه لابن شاهين، رقم: ٥٧٣]

''اُمّ سلیم فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس آئے لٹکی ہوئی مشک سے کھڑے ہو کر پانی پیا۔''

وعند الترمذی ان كبشة قالت دخل على رسول الله ﷺ فشرب من فی قربة معلقة قائماً فقمت الى فيها فقطعته.

[ترمذی الأشربه، رقم: ١٥٤٢]

''کبشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے آپ

نے مشکیزے کے منہ سے جو لٹکا ہوا تھا کھڑے ہو کر پانی پیا، میں نے کھڑے ہو کر اس کے منہ کو کاٹ لیا۔''

(۳)...... عن علی (أن علیاً فی رحبة الکوفة شرب وهو قائم ثم قال ان ناساً یکرهون الشرب قائماً وان رسول الله ﷺ صنع کما صنعت)[رواه البخاري، کتاب الأشربة، باب الشرب قائماً، رقم: ٥١٨٥]

''علی رضی اللہ عنہ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر کوفہ کے رحبہ میں لوگوں کی ضرورت کے لیے بیٹھے رہے یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو گیا تو اُن کے پاس پانی لایا گیا اُنہوں نے منہ اور ہاتھ دھوئے راوی نے سر اور پاؤں کا بھی ذکر کیا اور کھڑے ہو کر بچا ہوا پانی پی لیا پھر فرمایا کچھ لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو برا جانتے ہیں۔ حالاں کہ نبی ﷺ نے اس طرح کیا جس طرح میں نے کیا۔''

(٤)...... أن عبد الله بن عمر یشرب قائماً وکان سعد وعائشة لا یرون بذلك بأساً. [المؤطا لأمام مالك، کتاب الجامع، رقم: ١٤٤٦]

''موطا میں ہے کہ عبداللہ بن عمر کھڑے کھڑے پانی پی لیتے تھے۔ سعد اور عائشہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔''

''اس بارے میں تابعین کی ایک جماعت سے رخصت ثابت ہے۔''

دونوں احادیث میں تطبیق:

جب کہ ممانعت اور جواز کی احادیث صحیح سند کے ساتھ رسول اللہ سے ثابت ہیں تو اب ان پر عمل کیسے ہوگا، اہل علم سلف وخلف نے ان میں تطبیق وموافقت پیدا کرنے کے مختلف طریقے اختیار فرمائے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

(۱)...... پہلا طریقہ:

حافظ ابن حزم فرماتے ہیں کہ نہی کی احادیث سے جواز کی احادیث منسوخ ہو گئیں کیوں کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اس لیے کھڑے ہو کر پینا جائز تھا۔ جب آپ نے منع فرما دیا تو اب کھڑے ہو کر پینا حرام ہے کیوں کہ نہی کا اصل یہی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ نسخ صرف احتمال سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے تاریخ معلوم کرنا ضروری ہے جو یہاں معلوم نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں کھڑے ہو کر پانی پیا ہے اس لیے بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ کھڑے ہو کر پینے سے انسان گناہ گار نہیں بنتا البتہ اجر وثواب سے ضرور محروم رہتا ہے جب کہ بیٹھ کر پینے سے اجر وثواب ملتا ہے اور سنت پر عمل ہوتا ہے۔

(۲)......دوسرا طریقہ:

آب زمزم اور وضو سے بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پی سکتے ہیں ان دو کے سوا منع ہے۔ حالاں کہ اس کی تخصیص کہیں بھی وارد نہیں ہوئی، اور منع کی احادیث عموم پر دلالت کرتی ہیں۔

(۳)......تیسرا طریقہ:

کھڑے ہو کر پینا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہے، دوسرے کھڑے ہو کر نہیں پی سکتے۔

(۴)...... چوتھا طریقہ:

کھڑے ہو کر پینے سے نہی کی احادیث میں نہی تنزیہی ہے، اس لیے قے کرنے کا حکم بھی استحباب پر محمول ہوگا، یعنی اجر وثواب یہی ہے کہ قے کر دے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ منع کرنے کے باوجود جب رسول اللہ ﷺ نے خود کھڑے ہو کر پانی پیا تو اس سے ثابت ہوا کہ کھڑے ہو کر پینا گناہ نہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے اس کی مزید تائید ہوتی ہے۔ البتہ اس سے بچنا اجر وثواب ہے۔ کیوں کہ اگر یہ بھی نہ مانا جائے تو رسول اللہ ﷺ کے منع فرمانے کا کوئی فائدہ نہیں رہتا۔ اکثر اہل علم نے اس مسئلہ میں یہی موقف اختیار فرمایا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں یہ سب سے اچھا مسلک ہے اور اس پر اعتراض کی گنجائش سب سے کم ہے۔

(۵)...... پانچواں طریقہ:

کھڑے ہو کر پانی پینا منع ہے لیکن اگر کوئی عذر ہو تو کھڑے ہو کر پینے میں رخصت ہے۔ کیوں کہ جن مواقع پر رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیا ہے اگر ان پر غور کریں تو یہی بات سمجھ آتی ہے کہ ابن عباس کی

روایت کے مطابق آپ ﷺ کو زمزم کے کنویں پر ڈول پکڑایا گیا تو آپ نے کھڑے ہوکر پیا۔ظاہر ہے کہ حاجیوں کے انبوہ میں کنویں کے پاس چاروں طرف پانی بکھرا ہوا ہوتو ڈول سے بیٹھ کر پینا آسان نہیں اس لیے آپ نے کھڑے ہوکر پانی پیا۔اسی روایت میں عکرمہ کا حلفاً کہنا کہ آپ ﷺ تو اُس دن اونٹ پر سوار تھے۔اور امام بخاری کا یہ باب باندھنا(باب من شرب وهو واقف علی بعیره)اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے کھڑے ہوکر زمزم کا پانی نہیں پیا۔بالفرض اگر پیا ہے تو یہ اضطراری حالت سمجھی جائے گی۔

کبشہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے لٹکے ہوئے مشکیزے کے منہ سے پانی پیا جو بیٹھ کر پینا مشکل تھا۔علی کی حدیث میں آپ نے وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہونے کی حالت میں پیا۔اگرچہ احتمال موجود ہے کہ آپ نے وضو بیٹھ کر کیا ہو مگر یہ امکان بھی ہے کہ آپ نے مشکیزے سے وضو کیا ہو اور اسی سے کھڑے کھڑے پانی پی لیا ہو۔کیوں کہ بیٹھ کر پانی پینا ممکن نہ تھا اور اسی حدیث سے علی المرتضیٰ نے دلیل لی ہے۔حالاں کہ کئی صحابہ وتابعین کھڑے ہوکر پانی پینا مکروہ سمجھتے تھے۔جس کی واضح دلیل یہی حدیث ہے اور بقیہ احادیث بھی صراحتاً عذر کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔یہی بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے کہ نہی کو اس کے اصل معنی پر رکھا جائے کہ کھڑے ہوکر پینا جائز ہے اور آپ کے فعل کو عذر پر محمول کیا جائے۔کیوں کہ کھڑے ہوکر پینے پر تے جیسے تکلیف دہ عمل کے حکم اور شیطان کے ساتھ پینے کے ذکر کے بعد نہی کو تنزیہ پر محمول کرنا مشکل ہے۔اور جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے کھڑے ہوکر پینے کا ذکر آیا ہے ممکن ہے انہیں نہی کی احادیث نہ پہنچی ہوں اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہوکر پیتے دیکھ کر اس عمل کو مطلقاً جائز سمجھ لیا ہو۔ہمیں نبی ﷺ کی نہی پہنچ جانے کے بعد بلا عذر کھڑے ہوکر کھانے پینے سے اجتناب کرنا ہوگا۔ ہاں اگر بیٹھنے سے معذور ہوں تو کھڑے ہوکر کھا پی سکتے ہیں۔(واللہ اعلم)

اب ہم اس موضوع پر بننے والے مسالک کا تفصیلی جائزہ:

''اہل علم (مثلاً امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم الجوزی، امام جلال الدین السیوطی، امام ابو یحییٰ شرف الدین النووی شارح مسلم، شیخ شمس الحق عظیم آبادی صاحب عون المعبود شرح ابوداؤد، علامہ ابوالحسن محمد بن عبد الہادی التتوی السندھی شارح سنن النسائی، الاستاذ محمد عطاء اللہ حنیف صاحب التعلیقات السّلفیہ علی سنن النسائی اور الشیخ عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی وغیرہ) نے ان مسالک کو اپنایا ہے ① بعض فقہاء نے نہی کو ناسخ، ② اور بعض نے جواز کو ناسخ قرار دیا ہے، ③ اور بعض نے جواز کو اصل اور نہی کو مکروہ تنزیہی پر محمول کیا ہے۔مثلاً حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ سب سے اچھا مسلک ہے اور اس پر اعتراض کی گنجائش سب سے کم ہے۔ ④ اور بعض نے کہا ہے کہ ان دونوں قسم کی احادیث میں تعارض نہیں ہے انہوں نے نہی کو اصل اور جواز کو حالت عذر پر محمول کیا ہے کیوں کہ جن مواقع پر آپ ﷺ نے کھڑے ہوکر پیا ہے ان سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ حاجیوں کے رش میں کنویں کے پاس ہر طرف پانی بکھرا ہوتو بیٹھ کر پینا محال ہے۔لہٰذا اس موقع کو عذر سمجھا جائے۔'' واللہ اعلم[انظر تعلیقات ابن قیم الجوزی علی ابی داؤد]

''امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث حج کے بارے میں آئی ہے جہاں لوگ طواف کر رہے تھے اور زمزم پی اور پلا رہے تھے اور آپ سے سوال کر رہے تھے اور بیٹھنے کی جگہ نہ تھی۔حالاں کہ یہ واقعہ آپ کی وفات سے تھوڑا پہلے کا ہے یہاں نہی سخت ضرورت کے وقت مباح کا حکم دیتی ہے۔اگرچہ حالت عذر میں کوئی حرج نہیں ہے اور بغیر ضرورت کھڑے ہوکر پینا مکروہ ہے۔ چناں چہ نہی اور رخصت کی صحیح احادیث کا وارد ہونا علماء میں اختلاف کا سبب بنا۔لہٰذا تطبیق یوں ممکن ہے کہ رخصت کو حالت عذر پر محمول کیا جائے۔''[رسائل وفتاویٰ ابن تیمیہ، ج: ۳۲، ص: ۲۱۰، ۲۱۱]

''امام ابن قیم رحمہ اللہ زاد المعاد میں فرماتے ہیں کہ آپ کی عادت مبارکہ میں سے ہے کہ آپ ہمیشہ بیٹھ کر پانی پیتے تھے اگرچہ دونوں روایات صحیح ہیں لیکن کھڑے ہوکر پینے میں بہت سی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ مثلاً کھڑے ہوکر پینے سے کامل سیرابی نہیں ہوتی اور نہ ہی پانی معدہ میں ٹھہرتا ہے یہاں تک کہ جگر پانی کو اعضاء میں تقسیم کردیتا ہے، جو پھرتی سے معدہ کی گرمی کو ٹھنڈا کردیتا ہے جو جسم کے نچلے دھڑ میں عمل نفوذ کرتے ہوئے تکلیف کا باعث بنتا ہے۔''[زاد المعاد، عون المعبود شرح ابی داؤد، اعانة الطالبین: ۳/ ۳٦٧]

''امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کھڑے ہوکر پینا بیان جواز کے لیے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمزم کا پانی بیٹھ کر پینا دشوار تھا کیوں کہ دیوار کی بلندی تھی۔''[شرح سنن النسائی للسیوطی کتاب مناسك الحج]

''شیخ شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں کہ یہ تمام واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ضرورت کی بنا پر کھڑے ہوکر پانی پیا ہے۔ کیوں کہ پانی کی مشک لٹکی ہوئی تھی اور اسی طرح زمزم کا پانی پینے کے لیے بھی، چوں کہ جگہ کی تنگی اور لوگوں کی بھیڑ تھی، لہٰذا بیٹھنا ممکن نہ تھا۔''[عون المعبود شرح أبی داؤد عن أنس بن مالك: ۳۲۲۹]

''شیخ محمد سندھی فرماتے ہیں کہ ① یہ فعل آپ کے ساتھ خاص ہے، ② کہا گیا ہے کہ یہ فعل بیان جواز کے لیے ہے، ③ کہا گیا ہے کہ یہ فعل ضرورت کے وقت تھا کیوں کہ وہاں پر آپ کو بیٹھنے کے لیے جگہ نہ ملی تھی۔''[شرح السندھی علی سنن النسائی کتاب مناسك الحج باب الشرب من زمزم: ۲۹۱۵]

''شیخ عطاء اللہ حنیف فرماتے ہیں کہ ① یہ فعل آپ کے ساتھ خاص ہے، ② کہا گیا ہے کہ یہ فعل بیان جواز کے لیے ہے، ③ کہا گیا ہے کہ یہ فعل ضرورت کے وقت تھا۔ کیوں کہ وہاں پر آپ کو بیٹھنے کے لیے جگہ نہ ملی تھی اس لیے کھڑے ہوکر پانی پیا۔''[التعلیقات السلفیه علی سنن النسائی کتاب مناسك الحج]

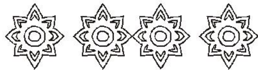
''شیخ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں کہ ظاہراً نہی بغیر عذر کھڑے ہوکر پینے کی حرمت کا فائدہ دے رہی ہے لیکن کئی احادیث میں آپ کے کھڑے ہوکر پینے کا ذکر آیا ہے اور بعض احادیث میں جگہ کا تنگ ہونا اور مشک کا لٹکا ہونا کے اشارے ملتے ہیں۔ لہٰذا حالت عذر پر محمول کرنا ممکن ہے۔

[السلسلة الأحادیث الصحیحه: ۱/ ۳۳۹]

راجح مسلک:

ان تمام تر تطبیقات کو سامنے رکھ کر ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ پانی علاوہ اضطراری حالت کے بیٹھ کر پینا چاہیے۔ یقیناً آبِ زمزم میں اللہ تعالیٰ نے مریض کے لیے شفاء اور بھوکے پیاسے کے لیے جوئے شیر رکھا ہے، جس طرح عام پانی کو پیتے ہوئے بسم اللہ پڑھنا اور تین سانس لینا اور آخر میں الحمدللہ کہنا مسنون ہے تو آبِ زمزم کے لیے بالاولیٰ ضروری ہے۔ رہی بات قبلہ رخ منہ کرنے کی تو اس بارے میں ہمیں کوئی روایت نہیں ملی سوائے ایک اثر کے جسے شیخ ناصر الدین الالبانی نے ضعیف قرار دیا ہے، وہ درج ذیل ہے:

''محمد بن عبدالرحمٰن بن ابوبکر فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ بن عباس کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک آدمی آیا آپ نے کہا کہاں سے آیا ہے۔ اس نے جواب دیا زمزم سے۔ آپ نے کہا کیا تو نے ویسے پیا جیسے لائق تھا۔ اس نے کہا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا جب تو زمزم پیئے تو قبلہ رخ ہوکر بسم اللہ پڑھ کر تین سانسوں میں یقین سے پی لے۔ پھر الحمدللہ کہہ، بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے اور منافقوں کے درمیان ایک نشانی یہ ہے کہ وہ زمزم پیتے ہوئے یقین نہیں کرتے۔'' [سنن ابن ماجه: ۳۰٦۱] واللہ اعلم بالصواب



مشاہیر نامہ

مکاتیب

عبدالرحمٰن عاجز، فیصل آبادی

بنام مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

(۱)

بسم الله الرحمن الرحيم

والصلاة والسلام على رسوله الكريم، وآله واصحابه اجمعين .

محترمی و مشفقی واستاذی مولانا......صاحب جعلنا الله واياكم من عباده الصالحين

مزاجِ گرامی! امید ہے بفضلہٖ آپ بمعہ متعلقین بخیریت ہوں گے۔عنایت نامہ مل کر کاشف حالات و باعث سرور ہوا۔آپ نے اپنے درمیان جس قدیم پندرہ سولہ سالہ شراکت کے معاملہ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے۔اس سلسلہ میں مجھے صرف آپس کی شراکت یاد ہے۔لیکن اس کی کیفیات ونتائج قطعاً اس وقت ذہن میں نہیں۔ بہر حال آپ کا فرمان صحیح ہے اور میں اُسے درست تسلیم کرتا ہوں۔اے کاش کہ آپ اس سے قبل کہیں اس وقت یاددلا دیتے جب کہ یہ رقم ایک معمولی بات تھی۔ پیسہ آنی جانی چیز ہے۔اس سے محبت کرنا اور حقوق العباد سے سرخرو نہ ہونا خود اپنی جان پر ظلم کرنا ہے۔

ڈھائی سال قبل جب میں پاکستان گیا تھا تو اس وقت محترم بھائی محمد صدیق نے فرمایا تھا کہ مولوی صاحب کو کچھ نہ کچھ دے دینا چاہیے۔ میں نے جواب میں کہا تھا کہ بہت اچھا۔اس وقت میرے پاس کچھ نہ تھا بلکہ کسی سے کچھ رقم لے کر واپس مکہ مکرمہ پہنچا تھا۔اور یہاں آ کر بالکل بھول گیا۔اور اب آپ کے نوازش نامہ آنے پر یاد آیا۔میں اپنی حالت پر نہایت متاسف ہوں۔میری قسمت اور افسوس کہ آپ کی ضرورت پر آپ کی کوئی خدمت نہیں کرسکا۔آپ کے جس قدر مجھ پر احسانات ہیں ان کا بدلہ کسی صورت میں کبھی بھی میں ادا نہیں کرسکتا۔آپ یقین فرمائیں کہ آپ کی محبت واحترام میرے دل میں ایک خاص جگہ لیے ہوئے ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ حرمِ پاک میں بارہا آپ کے لیے دعا کی ہے۔اللہ پاک آپ پر اور ہم پر راضی ہوجائے۔آپ کی اور ہماری جملہ مشکلات دنیوی واخروی دور فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر کرے۔

میں جب سے پاکستان کا دورہ کر کے واپس مکہ مکرمہ آیا ہوں۔میرے مالی حالات ناگفتہ بہ ہوگئے ہیں۔یہاں غیر ملکیوں کے لیے ان کے کاروبار میں سخت ترین مشکلات پیدا کر دی گئی ہیں۔گونا گوں طریقوں سے انہیں تنگ کیا جارہا ہے۔جن کی لپیٹ میں میں بھی آ گیا ہوں۔آخر پچھلے سال دوکان چھوڑ دی گئی اور مال اونے پونے بہت نقصان سے بیچنا پڑا۔اور اس وقت سے بیکار ہوں۔اس سے قبل بھی دو تین مرتبہ ہزاروں کا نقصان ہو چکا ہے۔اس وقت میرا حال اللہ ہی جانتا ہے۔اگر میرے حالات اچھے ہوتے تو پانچ سو کی بجائے ایک ہزار بھیج دیتا اور مجھے کچھ تکلیف نہ ہوتی۔(انسان پر یہ حالات آتے رہتے ہیں کبھی تو اس کے لیے ایک پیسہ روپیہ کے برابر ہوتا ہے اور کبھی روپیہ ایک پیسہ کے برابر ہوجاتا ہے۔) والله على ما نقول وكيل

دعا فرمائیں اللہ ربّ العزت میری خطائیں معاف فرمائے اور مجھے کسی ابتلاء میں نہ ڈالے۔اور ایمان پر خاتمہ کرے میں ایک خط والدصاحب کو الگ لکھ رہا ہوں کہ وہ جس طرح کس طرح بھائی بشیر احمد وعبدالرحیم سے دوسو روپیہ فراہم کر کے آپ کو جلد از جلد بھیج دیں۔اگر چہ وہ بھی تنگ حال ہی ہیں۔آپ یہ حقیری رقم قبول فرما کر باقی مجھے معاف فرمادیں۔اللہ پاک آپ کو اجر دے گا۔اور آپ کو اپنے خزانہ سے غنی کرے گا اور معافی کے الفاظ لکھ کر ایک خط مجھے بھیج دیں۔تاکہ مجھے اطمینان ہوجائے۔کیوں کہ یہ حقوق العباد کا معاملہ ہے جسے اللہ معاف نہیں کرتا۔اگر والدصاحب نے آپ کو کچھ نہ بھیجا تو پھر ان شاءاللہ حج کے موقع پر کسی کے ہاتھ کچھ نہ کچھ ضرور آپ کی خدمت میں بھیجوں گا۔آپ اس وقت مجھے یاددلا دیں مجھ میں نسیان بہت ہوگیا ہے۔

دیگر کار لائقہ سے یادفرمائیں عبیدالرحمٰن کی والدہ کی طرف سے گھر میں بہت بہت سلام عرض کریں۔ بچوں کو پیار۔ نیز درخواست دعا ہے۔

عمر دم بہ دم گھٹ رہی ہے۔ ہر سانس کے ساتھ موت قریب آ رہی ہے۔ اللہ پاک اپنی مرضیات پر عمل کی توفیق بخشے۔ عزیز عبیدالرحمٰن پسر بھائی محمد صدیق کے دینی واخلاقی حالات تحریر فرمائیں۔ شاہ صاحب آج کل طائف میں ہیں اور راضی خوشی ہیں۔ میرے اہل خانہ مدت سے اکثر بیمار رہتے ہیں۔ دعا فرمائیں اللہ انہیں روحانی وجسمانی صحت عطا فرمائے۔ اور میرے لیے بھی دعا فرمائیں۔ اللہ پاک میرے گناہ معاف فرمائے اور بچوں کو دین دار بنائے۔ والسلام۔ دوسرے پرچے بھائی محمد صدیق صاحب کو پہنچا دیں۔

آپ کا خادم کمترین عبدالرحمٰن عاجز۔ بتوسل مولوی عبدالاحد

رباط عموجان محلّہ شامیہ مکہ مکرمہ

۹ ربیع الثانی ۸۰ھ

نوٹ: عبیدالرحمٰن اور اس کی والدہ سخت بیمار رہے ان کی تیمارداری کے باعث جلد جواب نہ دے سکا۔ معاف فرمائیں۔

شاہ صاحب نے آپ کے خط کا مجھ سے کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ ممکن ہے وہ آج کل طائف میں ہیں اس وجہ سے۔

..............................(۲)..............................

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم ومحترم استاذی الجلیل حضرت مولانا عبدالغفار حسن صاحب جعلنا اللہ وایاکم من عبادہ الصالحین آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ رب العالمین۔ میں بمعہ عائلہ بخیریت ہوں۔ اللہ کی رحمت بے پایاں سے امید ہے کہ آپ بھی بمعہ اہل وعیال بعافیت ہوں گے۔ اس سے پہلے آپ کا عنایت نامہ صادر نہیں ہوا۔ (یعنی میرے عربی خط کا جواب) آپ کے پاس المنجد بھیجی تھی اور ۲۰۰/- روپیہ بھی۔ متروکہ گھڑیوں کے سلسلہ میں (جو کہ ایک حاجی کی میرے پاس رہ گئیں۔) جن کے ہاتھ المنجد اور روپیہ بھیجا ہے۔ گھڑیاں بھی وہی حاجی خرید کر لے گئے ہیں۔ روپیہ آپ کو اس لیے بھیجا ہے کہ اس حاجی (گھڑیوں کے مالک) کا پتہ نکال کر اس کے ورثاء کے حوالہ کر دیں اگر وہ نہ ملے تو اللہ ورسول کے حکم کے مطابق صرف کر دیں تا کہ یہ بوجھ مجھ پر نہ رہے۔ بقیہ کتب ان شاء اللہ جب بھی کوئی لے جانے والا مل گیا اس کے ہاتھ بھیج دی جائیں گی۔ امید ہے رمضان کے بعد جب پہلا جہاز خالی جائے گا یہاں سے اس میں کچھ سواریاں جائیں گی۔ ان کے ہاتھ ان شاء اللہ روانہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ پارسل ہوائی جہاز سے جاتا ہے۔ مصارف نا قابل برداشت ہیں۔ بحری جہاز کا سلسلہ بہت کم ہے۔ آپ کے مکتوب کا عربی ترجمہ کر کے میں خود جامعہ میں شیخ کے پاس لے گیا تھا اور خود ہی انہیں پڑھ کر سنایا۔ انہوں نے اسی وقت مجھے اس کا جواب لکھوا دیا۔ وہ عربی خط اور اس کا جواب من وعن ارسال خدمت ہے۔ آئندہ آپ براہ راست اتصال فرمالیں۔ میں نے آپ کا زبانی اچھی طرح تعارف کرا دیا ہے۔ المنبر میرے نام جاری کر دیں اور چندہ آپ اپنے پاس سے ایک سال کا ادا کر دیں۔ میں ان شاء اللہ پھر آپ کو دے دوں گا۔

میرا ارادہ ہے جامعہ اور اس کے اساتذہ کے متعلق پوری مستند معلومات المنبر میں شائع ہو جائے۔ میں یہاں اپنے قیام کے زمانہ میں بہت دفعہ جامعہ گیا ہوں اور اساتذہ سے ملتا رہا ہوں۔ اور شیخ ابن باز سے کئی مرتبہ ملا ہوں اور ان کے گھر میں کئی مرتبہ گیا ہوں۔ تین چار مرتبہ وہ مجھے دعوت پر بلا چکے ہیں۔

اس طرح سے کافی معلومات حاصل کر لی ہیں۔ اگر مدیر المنبر مولانا عبدالرحیم چاہیں تو میں مزید باقاعدہ معلومات حاصل کر کے انہیں بھیج دوں تا کہ اپنے جریدہ میں شائع کر دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جامعہ کے حالات کے علاوہ جملہ اساتذہ کے مختصراً ضروری حالات زندگی بھی شائع ہو جائیں۔

جامعہ میں ابھی ابھی شیخ محمد امین شنقیطی مفسر قرآن اور شیخ ناصر الدین شیخ الحدیث آئے ہیں۔ یہاں کے علماء سے سنا ہے یہ دونوں حضرات اپنے

اپنے فن میں بے مثال ہیں۔غیر ممالک سے طلباء چلے آ رہے ہیں۔بلحاظ تمسک بالسنۃ جامعہ کی فضا قابل رشک غالباً دنیا بھر میں بے نظیر ہے۔اساتذہ نہایت درجہ نیک سیرت متدین ڈھونڈ ڈھونڈ کر لائے گئے ہیں۔اگر مناسب سمجھیں تو میری طرف سے یہ بیان آپ المنبر میں شائع کرادیں۔

۹ رجب کو شیخ الجلیل بن باز نے ظہر کے بعد مسجد جامع میں خطبہ فرمایا خطبہ کے آخر میں یہ فرمایا کہ جامعہ کی اساس اسلام پر ہے۔یہاں کے اساتذہ اور طلباء پر عملاً اس کا مظاہرہ ہونا چاہیے۔جو اساتذہ اسلامی احکام کی پابندی نہ کر سکتے ہوں انہیں چاہیے کہ وہ خود بخود مستعفی ہو جائیں۔اور اپنے لیے کوئی اور جگہ تلاش کریں۔اسی طرح جو طلباء اسلامی تعلیم کی خلاف ورزی کرتے پائے گئے انہیں مدرسہ سے خارج کر دیا جائے گا اور فرمایا کہ مروّجہ مذاہب سے ہماری نسبت نہیں۔ہمارا مذہب کتاب وسنت ہے۔انتہی

یہ آپ کے عربی خطبہ کا مفہوم ہے۔آپ اسے الفاظاً درست فرمالیں۔میں ایک تازہ اپنی عربی نظم بھیج رہا ہوں۔آپ اسے اردو ترجمہ کے ساتھ المنبر میں شائع کرادیں۔اور کوئی میرے لائق خدمت ہو تو تحریر فرمائیں۔

بھائی محمد صدیق صاحب ملیں تو انہیں سلام عرض کریں اور فرمائیں کہ وہ ایک خط کے ذریعہ مجھے اپنے موجودہ حالات سے آگاہ کریں۔عزیزہ امۃ اللہ کے مقدمہ کے سلسلے میں اب تک جو نتیجہ نکلا ہے اس سے بھی باخبر کریں۔عبیدالرحمٰن کی والدہ امّ شعیب کی خدمت میں سلام عرض کرتی ہیں۔ہم کل بروز جمعرات ان شاءاللہ واپس مکہ مکرمہ جارہے ہیں۔آئندہ مکہ مکرمہ کے پتہ پر کتابت فرمائیں۔والسلام والدعا

کمترین عبدالرحمٰن عاجز، لائل پوری

مدینہ منورہ

۱۱/رجب ۱۳۸۰ھ

رمضان یوسف سلفی کو صدمہ

ممتاز صحافی جناب رمضان یوسف سلفی ﷾ کے ماموں گزشتہ دنوں وفات پا گئے۔مرحوم کی عمر تقریباً ۷۰ برس تھی۔سادہ طبیعت اور نیک شخص تھے۔احباب جماعت ان کی مغفرت کے لیے دعا فرمائیں۔[محمد یحییٰ عزیز ڈاہروی]

مولانا حکیم خالد محمود کا انتقال

جامع مسجد امیر حمزہ اہل حدیث آوٹ فال روڈ لاہور کے خطیب مولانا حکیم خالد محمود ۲۶ ستمبر ۲۰۱۰ء کو وفات پا گئے،انا للہ وانا الیہ راجعون مرحوم نیک طینت، باعمل عالم دین تھے۔ایک طویل عرصہ سے خطابت کی ذمہ داریاں نبھا رہے تھے۔احباب جماعت سے ان کی مغفرت اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعاؤں کی درخواست ہے۔[مقصود احمد بٹ، لاہور]

ضرورت سٹاف

جامعہ عمر ابن الخطاب اہل حدیث منڈی جھبراں ضلع شیخوپورہ کے لیے درج ذیل سٹاف کی فوری ضرورت ہے۔رابطہ کریں:

①......مستند قاری صاحب مسلک اہل حدیث سے وابستہ اور محنتی ہوں۔②......درس نظامی برائے طالبات پڑھانے کے لیے ایک خاتون استاذہ کی ضرورت ہے۔③......مسجد کے لیے ایک محنتی، باشرع خادم کی بھی ضرورت ہے۔[حافظ محمد ایوب خالد، مہتمم جامعہ ہذا: 0300-8878629]

خوش خبری

علماء،طلباء، واعظین اور خطباء کے لیے ایک بیش قیمت تحفہ حکیم حافظ عبدالرزاق سعیدی ﷫ کے محققانہ اور علمی مواعظ وخطبات کا مجموعہ ''خطباتِ سعیدی'' عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو کر آ رہا ہے۔حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں: صاحبزادہ حافظ شاہد محمود سعیدی بن حکیم حافظ عبدالرزاق سعیدی، جامعہ رحمانیہ اڈا لاریاں، فاروق آباد ضلع شیخوپورہ۔فون نمبر: 0333-4278240

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

الصرف الجمیل دو حصے

تصنیف: مولانا محمد بشیر

ضخامت: حصہ اول: 128 صفحات 20x30/8، حصہ دوم 196 صفحات 20x30/8 (کارڈ کور)

قیمت مکمل سیٹ: ۱۹۰ روپے

ناشر: دارالعلم 699 آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد۔

فون: 051-2253733-2875371

تبصرہ نگار: تاج قمر عرفانی

اس کتاب کے مصنف مولانا محمد بشیر بانی دارالعلم و معہد اللغۃ العربیۃ اسلام آباد ہیں جو متخصص فی تعلیم اللغۃ العربیۃ لغیر العرب (غیر عربوں کو عربی زبان کی تدریس کے ماہر) اور عربی زبان کی تعلیم و تدریس پر کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ انہوں نے اپنی اس کتاب میں اسلامی مدارس میں علم صرف کی تعلیم و تدریس کو آسان اور مفید بنانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ان کی طویل تحقیق کے مطابق ہمارے لیے عربی غیر ملکی زبان نہیں ہے، اور یہ بھی درست نہیں ہے کہ عربی اس قدر مشکل اور پیچیدہ زبان ہے کہ اسے سالوں تک پڑھنے پڑھانے والا انسان بھی لکھ بول نہیں سکتا۔ ان کی رائے میں یہ غلط خیالات بلکہ توہمات ہمارے ہاں صدیوں سے مروج غلط نصاب تعلیم اور غلط طریقہ تدریس سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس لیے وہ مملکت خداداد پاکستان مس عربی زبان اور اسلامی تعلیم کے نصاب اور طریقہ تدریس دونوں میں انقلابی تبدیلیوں اور اصلاح کی دعوت دے رہے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب الصرف الجمیل حصہ اول کو انہوں نے کمسن بچوں کی عمر اور سطح کا لحاظ کرتے ہوئے تین دلچسپ اور پرکشش باتوں سے شروع کیا ہے۔

①......رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی:

بَشِّرُوْا ولا تُنَفِّرُوْا و يَسِّرُوْ ولا تُعَسِّرُوْا۔

''تم خوشخبری دو اور نفرت مت پھیلاؤ، اور آسان کرو اور مشکل مت بناؤ۔''

②......علم صرف واشتقاق کے فوائد پر ایک دلچسپ عربی شجرہ دیا گیا ہے۔ اور

③...... بچے کے اپنے ماحول کی مشہور چیزوں کے عربی نام مع تصویریں دیے گئے ہیں۔

بلاشبہ ان دلچسپ اور مفید تعلیمی باتوں نے کتاب کو خوبصورت، دلچسپ اور نہایت معلوماتی بنا دیا ہے۔ بعد ازاں پہلے باب نَصَرَ يَنْصُرُ کے صیغوں اور گردانوں کو معنی سمیت درج کرتے ہوئے تدریج کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس باب کے افعال اور اسماء کے اسباق میں زندہ اور ترقی یافتہ عربی زبان کی مثالیں اور مشقیں دی گئی ہیں، بچے اس باب کو پڑھتے ہوئے ان کی بارہ مشقوں کو زبانی اور تحریری حل کرتے ہوئے ۱۰۰ سے زیادہ عربی جملوں کو پڑھنا، لکھنا اور بولنا سیکھ لیتے ہیں۔

یہ عمدہ طرز اور اسلوب پوری کتاب میں استعمال کیا گیا ہے۔ انہوں نے عربی افعال اور اسماء کی صرف گردانیں درج کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بچوں کو ان کے اچھے فہم اور عملی استعمال کی نہایت آسان اور عمدہ تعلیم و تربیت بھی دی ہے۔ اور ہر باب کے شروع میں اسکے متنوع استعمالات کی ایسی مثالیں دی ہیں، جو زیر تعلیم بچوں کے اپنے گھریلو اور تعلیمی ماحول سے تعلق رکھتی ہیں۔ پوری کتاب میں ان خوبیوں کو برقرار رکھتے ہوئے

حصہ اول میں افعال صحیحہ کے ۱۲۲ابواب اورافعال مضعفہ کے ۱۱۳ابواب کو درج کیا گیا ہے۔

کتاب کے دوسرے حصے میں **افعال مھموزہ اورافعال معتلہ** کے تمام ابواب درج کیے گئے ہیں۔مصنف نے اس امر کا التزام کیا ہے کہ قرآن کریم،حدیث شریف اورعربی زبان میں اورزیرتعلیم بچوں کے ماحول میں جوفعل زیادہ مستعمل اورمروج ہومتعلقہ باب میں اسے ذکر کیا جائے۔مثلاً قدیم کتابوں میں باب تفعیل کے لیے صَرَّفَ کے بجائے عَلَّمَ کواختیار کیااورپھرزیرتعلیم بچوں اورمعلمین کے اپنے ماحول اور درسگاہ اوران کے تعلیمی امور پرعربی زبان لکھنےاور بولنے کی خوب خوب مشق کرائی ہے۔

مشقوں میں کتاب وسنت کے استعمالات کے علاوہ آج کی زندہ او رترقی یافتہ عربی زبان کی مثالیں بکثرت درج کی گئی ہیں جس سے ہمارے طلبہ وطالبات اورمعلمین کوعرب دنیا میں رائج محاوروں،روزمروں اور استعمالات کے فہم اورعملی استعمال کی پریکٹس کرنے کے اچھے مواقع میسر ہوں گے جومستقبل میں ان کی اچھی ترقی کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

میں سفارش کرتا ہوں کہ مولانا محمد بشیر کی اس گرانقدر کتاب کو اسلامی مدارس،کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب تعلیم میں شامل کیا جائے تا کہ ہمارے معلمین اورطلبہ وطالبات اس سے مستفید ہو سکیں۔

اساس الصرف تین حصے

تصنیف: مولانامحمدبشیر

ضخامت: حصہ اول : 120 صفحات، حصہ دوم 176صفحات 23x36/16،حصہ سوم136صفحات20x30/8 (کارڈکور)

قیمت مکمل سیٹ: 207روپے

ناشر: دارالعلم699آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد۔

فون:051-2253733-2875371

تبصرہ نگار: تاج قمرعرفانی

اس کتاب کے مصنف مولانا محمد بشیر بانی **دار العلم و معھد اللغة العربية** اسلام آباد ہیں۔آپ **متخصص فی تعلیم اللغة العربية لغير العرب** (غیرعربوں کوعربی زبان کی تدریس کے ماہر)ہیں۔انہوں نے عربی زبان کی ترویج واشاعت کے کئی تعلیمی سلسلے مرتب کیے ہیں،جن میں اقرأ تین حصے،آسان عربی دوحصے،**مفتاح الإنشاء** دواجزاء،الصرف الجمیل دوحصےاور یہ کتاب اساس الصرف تین حصے شامل ہیں۔مولانا محمد بشیر ملکی اداروں خصوصاً اسلامی مدارس میں عربی زبان کی معیاری تعلیم وتربیت کے لیے گزشتہ طویل عرصے سے مصروف عمل ہیں۔اور وہ اندرون ملک تحقیق وتجربات کے علاوہ ماضی میں کئی عرب ممالک کے نظام تعلیم کا مطالعہ بھی کر چکے ہیں۔اس لیے ان کی تحریر اورتجاویز میں گہرے غور وفکر اور عالمی تعلیمی معیار اور تجربات کی جھلک واضح نظر آتی ہے۔

زیرتبصرہ کتاب اساس الصرف عربی گرامر (علم صرف) کے تمام ضروری مباحث اور معلومات مثلاً عربی افعال کی تمام اقسام اور انہیں بنانے کے اصول اورقواعد کا بیان،پھراسماءمشتقہ کی تمام اقسام کی تفصیلات ایسے آسان اورسلیس انداز میں بیان کی گئی ہیں جنہیں کمسن بچے اورعربی زبان کے مبتدی طلبہ وطالبات اورعام لوگ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔پھر کتاب کا اسلوب بہت دلچسپ اور پرکشش ہے۔علم صرف کے قواعد اور اصولوں کوخشک انداز میں پیش نہیں کیا گیا بلکہ ہرفعل یا اسم کوآسان اور دلچسپ لفظوں میں بیان کرتے ہوئے ساتھ ساتھ عصر حاضر کی زندہ اور ترقی یافتہ زبان کی مثالیں دی گئی ہیں۔یوں اس کتاب کی تعلیم وتدریس عربی گرامر کے اصول وقواعد کی تفہیم کے دوران آسان اورمعیاری عربی زبان کوپڑھنے،لکھنےاور بولنے کی اچھی مشق اورتربیت بھی ہوجاتی ہے،جو زیرتعلیم بچوں میں اچھےعربی ذوق کی بنیاد بن جاتی ہے۔

دوسرے حصے کے شروع میں اسماءمشتقہ کی تمام اقسام کونہایت شرح وبسط سے مثالوں سمیت بیان کیا گیا ہے۔پھر ثلاثی مجرد کے چھ ابواب کے وزن پر مستعمل مشہورعربی افعال اوران کے استعمالات،روزمروں اورمحاوروں کوعمدہ انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔جس سے طلبہ وطالبات اور معلمین سب کوعربی زبان کے سمجھنے،پڑھنے،لکھنے اور بولنے کی اچھی

تربیت میسر آتی ہے۔ بعدازاں اسماء کی مفرد وجمع اور تذکیر وتانیث کا بیان کرتے ہوئے آخر میں رموز وقف پر ایک سبق دیا گیا ہے۔ یہاں بھی مصنف کی اچھی مہارت اور صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ درحقیقت مصنف نے ہر ہر باب میں ہمارے بچوں کو عربی زبان کے اچھے فہم اور استعمال کی ایسی عمدہ تربیت دینے کا اہتمام کیا ہے کہ وہ عربی گرامر کے قواعد کے ثقل کو محسوس کیے بغیر آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

تیسرے حصے کے پہلے ۳۰ اسباق میں عربی افعال واسماء میں رونما ہونے والی تبدیلیوں (ابدال، ادغام، تخفیف، تعلیل وغیرہ) کے قواعد کو بیان کیا گیا ہے۔ بعدازاں عربی مصادر اور ابواب کے مخصوص استعمالات اور تصغیر کا بیان ہوا ہے۔ یہاں بھی مصنف نے ہمارے ہاں مروجہ قدیم درسی کتابوں کی طرح صرف قواعد اور گردانیں ذکر کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ قرآن کریم، حدیث شریف اور آج کی مروجہ عربی زبان کے عمدہ جملوں اور عبارتوں کی بہت زیادہ مثالیں دی ہیں بلکہ جابجا آسان عربی اشعار اور حکمت سے پر اقوال کو بھی درج کر دیا ہے۔

جو حضرات اپنے اداروں میں مروجہ عربی گرامر کی ثقیل کتابوں سے ہٹ کر عربی زبان کی اچھی تعلیم وتربیت اور مشق کا اہتمام کرنا چاہتے ہیں وہ اس منفرد اور عمدہ کتاب کو اپنے ادارے کے مبتدی بچوں کے نصاب میں ضرور شامل کریں۔

فوائد الصلوٰۃ

مرتب: قاری ذکاء اللہ حافظ آبادی

ضخامت: ۶۴ صفحات

ناشر: دار المتقین، ۹۴۔ بی قذافی پارک گلشن راوی، لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

اسلام کا ایک اہم رکن نماز ہے۔ نماز ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض قرار دی گئی ہے۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے جس میں رعایت نہیں دی گئی۔ یعنی ہر حالت میں یہ فرض ہے۔ آدمی چاہے بیمار ہو، تندرست ہو، سفر میں ہو، حضر میں ہو، جیل میں ہو یا کہیں پھنسا ہوا ہو، جہاد میں ہو، میدانِ کارزار میں ہو، اسے ہر حالت میں نماز کی ادائیگی کرنا پڑے گی۔ اہمیت نماز اور نماز کے متعلقہ مسائل پر یہ مختصر سا پمفلٹ بہترین مواد سے لبریز ہے۔

نماز کے فائدے، عذابِ الٰہی سے نجات کا ذریعہ، اقامت صلوٰۃ، محبوب ترین عمل، گناہوں سے معافی کا ذریعہ وغیرہ عناوین پر سیر حاصل گفتگو بذریعہ دلائل کی گئی ہے۔ تخریج آیات واحادیث بھی ہے۔ فوائد الصلوٰۃ پر مسئلہ واضح کیا گیا ہے۔ کمپیوٹر کمپوزنگ اور کارڈ کور ہے۔ قیمت درج نہیں۔

حقیقت دعا اور رمضان المبارک

تالیف: مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

ناشر: مرکز الہدیٰ النبویؐ ویلفیئر ٹرسٹ، مسجد التوحید G 10/4 اسلام آباد

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

یہ مختصر سا کتابچہ ہے۔ عنوان سے اس کا مطلب واضح ہے۔ علامہ عبدالغفار حسن رحمہ اللہ ایک عالم ربانی شخصیت تھے۔ چھوٹے بڑے کئی ایک مسائل پر انھوں نے تحریریں لکھیں۔ مذکورہ کتابچے کو ان کے صاحب زادے (ڈاکٹر سہیل حسن حفظہ اللہ) نے شائع فرمایا ہے۔ دعاؤں کی فضیلت، قبولیت اور دعا کی روح جیسے عناوین پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ کمپیوٹر کمپوزنگ اور عمدہ طباعت ہے۔

قیمت درج نہیں۔ صفحات ۴۰ ہیں۔ کارڈ کور ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل فخر لوگ

نام مصنف: غلام مصطفیٰ فاروق

ضخامت: ۱۸۳ صفحات

قیمت: درج نہیں

تبصرہ نگار: ملک عصمت اللہ قلعوی

زیر نظر کتاب ماہنامہ تنویر الہدیٰ، ڈسکہ، ضلع سیالکوٹ میں چھپے ہوئے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو فروری ۲۰۰۹ء سے فروری ۲۰۱۰ء تک بالاقساط شائع ہوتے رہے۔

اس کا پیش لفظ جناب محمد منیر قمر، ترجمان سپریم کورٹ الـــخبـــر

(سعودی عرب)، مقدمہ ملک کے عظیم صحافی ومؤرخ ملک عبدالرشید عراقی اورتقریظ علامہ عصمت اللہ خاں ملتانی کی تحریر کردہ ہے۔

اس سے پہلے مصنف موصوف کی ایک کتاب ''دوہرے اجر کے مستحق لوگ'' زیور طبع سے آراستہ ہوچکی ہے، جوالاعتصام میں بالاقساط شائع ہوتی رہی ہے۔

ان کتابوں کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے موضوعات انوکھے اوران میں شامل مواد صحیح احادیث پرمبنی ہے۔ان کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ان میں اعمال کے بارے میں زبردست ترغیب پائی جاتی ہے۔اس میں ہرگز مبالغہ نہیں ہوگا کہ اگر یہ کہا جائے کہ یہ کتابیں خطباء اورواعظین کے لیے عظیم تحفہ ہیں۔

اس کتاب کے استناد کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ پروفیسر عبدالجبار شاکر مرحوم کے ادارے بیت الحکمت کے زیراہتمام شائع ہوئی ہے۔یہ کتاب کتاب سرائے اردو بازار لاہور اور فضلی بک سنٹر سپر مارکیٹ کراچی سے طلب کی جاسکتی ہے۔

لباس کا بیان

مؤلف: **مولانا محمد اقبال کیلانی**

ضخامت: **۲۰۸صفحات**

قیمت: **۱۲۰روپے**

ملنے کا پتا: **مینجر حدیث پبلی کیشنز،۲شیش محل روڈ، لاہور**

تبصرہ نگار: **محمد سلیم چنیوٹی**

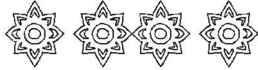
قرآنِ پاک کی سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۲۶ میں انسان کے لباس کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ''اے بنی آدم، ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے جو تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانپنے والا نیز تمہارے لیے زینت کا ذریعہ بھی ہے اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔یہ (لباس) اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے تاکہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔''

اس سے لباس کی اہمیت اور زینت واضح ہے۔بہترین لباس تقوے والا لباس فرمایا گیا ہے۔زیرتبصرہ کتاب اسی عنوان کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔آج کل بازاروں، مارکیٹوں اورتفریحی مقامات پر جس ڈھٹائی سے بعض مردوخواتین غیرمہذب لباس پہن کر بے ہنگم طور پر پھرتے ہیں انھیں شائد لباس کی اہمیت وفضیلت اور حدود وقیود کا علم نہیں یا انھوں نے دیکھا دیکھی غیرمہذب اقوام کے لباس کو زیب تن کرنا شروع کردیا ہے۔

مولانا محمد اقبال کیلانی حفظہ اللہ ایک جہاں دیدہ عالم دین ہیں۔تفہیم السنہ کے تحت اب تک ان کی یہ چھبیسویں کتاب ہے۔لباس کے بارے میں جو احکام قرآن وسنت میں بیان ہوئے اور جو وعیدیں بیان ہوئیں انھیں مولانا حفظہ اللہ نے اردو ترجمے اور تشریح کے ساتھ اس کتاب میں تحریر فرمایا ہے۔احادیث کی تخریج بھی کی گئی ہے۔

انسان خصوصاً مسلمان کی زیب وزینت کے متعلق اور غیراخلاقی لباس وطور طریقوں کی مذمت بھی شامل کتاب ہے۔ایک قیمتی تحفہ ہے اور ہر گھرانے کی ضرورت بھی۔

موٹے فونٹ میں کمپوزنگ ہے۔سفید کاغذ اور کارڈ کور استعمال کیا گیا ہے۔



اطلاعات واعلانات

ضرورت قاری وقاریہ

مدرسہ علی کے لیے ایک عدد مستند، مربی حافظ استاذ اور مدرسہ فاطمہ کے لیے ایک عدد مستند، مربیہ حافظہ معلّمہ کی اشد ضرورت ہے۔ ایسے قراء کرام جن کی زوجہ حافظہ ہو اور تجوید پڑھی ہو، جلد رابطہ کریں۔ دونوں کی شعبہ حفظ میں ضرورت ہے۔

[حافظ عبدالماجد سلفی، مدیر مرکز القدس اہل حدیث ٹاؤن شپ
فون: 042-35112738 / 0321-4127371]

مولانا محمد ابراہیم خلیل کو صدمہ

جماعت اہل حدیث کی علمی شخصیت حضرت مولانا محمد ابراہیم خلیل ﷿ (خطیب حجرہ شاہ مقیم) کے بیٹے قاری عبدالعزیز صاحب طویل علالت کے بعد گزشتہ دنوں وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا محمد ابراہیم خلیل ﷿ کو اس بیٹے کی وفات سے یقیناً صدمہ ہوا ہے۔ ان کا یہ بیٹا عرصہ سے پیٹ کے عوارض میں مبتلا تھا۔ ۲۴ برس عمر تھی۔ علاج معالجہ میں کوئی کسر نہ چھوڑی گئی۔ دعا ہے اللہ کریم پس ماندگان کے لیے اس بچے کو توشہ آخرت بنائے اور اعلیٰ علیّین میں جگہ عطا کرے، آمین۔ مولانا کا فون نمبر 0333-6689310 ہے۔

[محمد سلیم چنیوٹی]

اعلانِ داخلہ

جامعہ سلفیہ للبنات اہل حدیث چوک بیگم کوٹ لاہور میں وفاق المدارس السّلفیہ کی تمام کلاسوں میں داخلہ ۳۰ شوال المکرّم تک جاری ہے۔ داخلے کی خواہش مند محنتی طالبات داخلے کے لیے اپنے سرپرست کے ہمراہ تشریف لائیں۔ [ناظمہ مدرسہ ہذا]

دوسرا رخ (۳)

واعظ اور خطیب ہمارے بھی کیسے مشہور ہیں
فرقہ بندی، دھڑا پسندی نفرت سے معمور ہیں
صبر ، تحمل اور اخوت سے یہ کوسوں دور ہیں
بارش، فتوے اور تعصب، جلسوں کے طوفان کی
اِس کی خاطر ہم نے دی قربانی لاکھوں جان کی؟

☆☆☆

اور سیاست دان ہمارا بھی کیسا مشہور ہے
چڑھتے سورج کی پوجا کرنا اس کا منشور ہے
کرسی ہے درکار اسے گویا ہر اک معذور ہے
کس کس نے تعریف نہ کی ہوگی وقتی پردھان کی!
اِس کی خاطر ہم نے دی قربانی لاکھوں جان کی؟

☆☆☆

ڈاکٹر ذاتی فیسوں اور کلینک میں مشہور ہے
یہ پولیس ہماری بھی وہ بے درماں نا سور ہے
سائل ملزم ہر اک کو ہتھیانے پر معمور ہے
تار و پود ہی بگڑی ہے اس پاک انگریزی تھان کی
اس کی خاطر ہم نے دی قربانی لاکھوں جان کی؟

[پروفیسر عبداللہ شاہین]